\MD ASADULLAH\Downloads\30.07.2018 Naqueeb (1).inp 30-07-2018 17:44 PAGE 1 (1,1)

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی
■ ملک کی تعمیر وترقی میں مدارس......
■ ایران امریکہ کشیدگی اور......
■ مطلقہ خواتین کی معاشی ومعاشرتی زندگی
■ امریکہ اور یورپ شدید بحران میں
■ اخبار جہاں، طب وسائنس، ہفتہ رفتہ

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 30 مورخہ ۱۶/ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۰/جولائی ۲۰۱۸ء روز سوموار

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

دلت کی برات

اتر پردیش میں کاس گنج ایک ضلع ہے، اس ضلع کا ایک گاؤں نظام پور ہے، یہاں کے باشندوں میں زیادہ تر بڑی ذات کے غیر مسلم ہیں، جن کا سلوک دلتوں کے ساتھ ہمیشہ سے زمیندارانہ رہا ہے، زمینداری کا ٹھسّہ اب لوگوں سمجھ میں نہیں آتا، لیکن جن لوگوں نے وہ دور دیکھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ زمینداروں کے ظلم وستم کی گرم بازاری کیا ہوتی تھی، ان کے دروازے سے جوتا پہن کر، سواری پر بیٹھ کر گذرا نہیں جا سکتا تھا، بعضے تو ایسے ظالم ہوا کرتے تھے کہ نئی نویلی دلہن کو بھی اپنے یہاں اتار لیتے تھے، اور قرب وجواب میں گاؤں کے سڑک کے اِس پار اُس پار ایسی بستی بس جاتی تھی، جہاں کے مکینوں کو غلام زادہ کہا جاتا تھا، زمینداری ختم ہوئی تو یہ سارے غلام زادے، اسی ذات برادری کے بن گئے، جس برادری کے خون سے ان کی تخلیق ہوئی تھی بہت جگہوں پر یہ غلام زادے اپنے آقا کو آنکھ دکھانے لگے، زمینداری کے نشے میں جو ظلم وستم ہوا کرتا تھا، اس میں مذہب کی قید تھی، بلکہ ہر نگر ہر ڈگر ایک سا حال تھا، لیکن مسلمانوں کے یہاں ہریجن اور شودر کا تصور نہیں تھا اس لیے مسلمانوں کے یہاں نسبتاً ظلم وستم کی گرم بازاری کم تھی، لیکن غیر مسلموں کے یہاں دلت، ہریجن اور شودر کا تصور ذات پات کی بنیاد پر تھا اور اسے مذہبی حیثیت بھی حاصل تھی، اس لیے زمینداروں کے ذریعہ رعیت ہونے کے ساتھ ساتھ ان بنیادوں پر بھی ظلم عام تھا، زمینداری ختم ہوگئی، لیکن بڑی ذات کے غیر مسلم بھائیوں کی یہ سوچ نہیں بدلی اور اب بھی خاندانی روایتوں کو جاری رکھنے کے لئے بھید بھاؤ اور اونچ نیچ کے تصور کوان کے یہاں روا رکھا جا رہا ہے۔

کاس گنج کا نظام پور گاؤں بھی بڑی ذات کے ذریعہ قائم کردہ جس نظام کا شکار تھا، اس میں یہ بات شامل تھی کہ گاؤں میں دلتوں کی برات بینڈ باجے کے ساتھ نہ آئے گی، نہ جائے گی، دلہا گھوڑے پر سوار ہو کر برات میں نہیں آ جا سکتا، اگر کوئی برات بینڈ باجے کے ساتھ دلتوں کی آ گئی تو اسے گاؤں کے باہر ہی روک دیا جاتا تھا اور بغیر بینڈ باجے کے گاؤں میں داخلہ کی اجازت دی جاتی تھی۔

سنجے جاٹو اس ضلع کے بسنٹی گاؤں کا باشندہ ہے، دلت خاندان سے تعلق رکھتا ہے، اس کی شادی کے موقع سے بھی یہ سوالات اٹھائے گئے، سنجے بضد ہوا کہ میں تو شادی کرنے گھوڑے کی بگھی پر ہی جاؤں گا، ٹائمس آف انڈیا کی خبر کے مطابق ٹھاکر ذات کے لوگوں نے اسے دھمکی دی تھی کہ اگر گاؤں میں گھوڑے پر بیٹھ کر برات نکلی تو تصادم ہوگا، گاؤں کی مکھیا کانتی دیوی نے بھی شادی کے اس جلوس کی مخالفت کی، سنجے جاٹو نے دلتوں کے ساتھ ہو رہے اس بھید بھاؤ کو ختم کرنے کے لئے مجسٹریٹ، اس پی الہ آباد ہائی کورٹ اور وزیر اعلیٰ کے دفتر تک عرضی لگائی، جس کے نتیجہ میں اسی (۸۰) سال بعد یہاں کے دلت خاندان کو یہ موقع ملا کہ دلہا گھوڑے کی بگھی پر بیٹھ کر نظام پور اپنی دلہن کی رخصتی کے لیے برات لے کر پہونچا اور پورے دھوم دھام سے شادی ہوئی، لیکن ٹھاکروں کے تصادم کے اعلان کی وجہ سے اس شادی کو انجام دینے کے لیے دس پولس انسپکٹر، ۲۲/سب انسپکٹر ۳۵ ہیڈ کانسٹیبل ۱۰۰ کانسٹیبل اور پی اے سی کا دستہ تحفظ کے لیے مامور تھا، تب جا کر بغیر خون خرابہ کے تقریب اختتام کو پہونچی، سنجے جاٹو نے اس موقع سے کہا کہ ہم نے یہ لڑائی اپنے سماج کے لیے عزت ووقار اور براری پانے کے لیے لڑی ہے، نہ تو ہمارا سماج اور نہ ہی میں ٹھاکروں کے خلاف ہوں، بلکہ ہم ذات پات کی بنا پر ہونے والے بھید بھاؤ کے خلاف ہیں۔

ذات پات کی بنیاد پر تفریق ہر حال میں مذموم ہے، اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گیے تھے، اس لیے کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر، عجمی کو عربی پر اور عربی کو عجمی پر فوقیت نہیں ہے، باعظمت وہ ہے جو اللہ سے ڈرنے والا ہے، اسلام کی اس تعلیم میں اکرام آدمیت اور احترام انسانیت کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے، اسلام میں انسان کو مکرم اور اللہ رب العزت کی بہترین تخلیق قرار دیا گیا ہے، ہندوستانی تہذیب وکلچر کے نتیجے میں یہ بیماری ہمارے برادران وطن کے ذریعہ تیزی سے ہم میں سرایت کر رہی ہے، اور مسلمانوں میں بھی ان بنیادوں پر تفریق اور تعصب کا ماحول پایا جانے لگا ہے، یہ ایک غلط سوچ ہے، ہر حال میں اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

پاکی وصفائی

مثل مشہور ہے کہ ہر چمکتی ہوئی چیز سونا نہیں ہوتی، ٹھیک اسی طرح چمکتے ہوئے برتن، میلوں سے پاک کپڑے اور خوبصورت زیب تن لباس دیکھنے میں جتنے بھلے لگتے ہوں اور ان کو پہن کر آپ کو اپنے ہینڈسم ہونے کا جس قدر گمان ہوتا ہو، لیکن ضروری نہیں ہے کہ وہ پاک بھی ہوں، صفائی اور چیز ہے، پاکی اور چیز، بازار میں کھانے پینے کی دوکانوں پر جو برتن ہوتے ہیں وہ عموماً دیکھنے میں صاف ستھرے رہتے ہیں، اوسط قسم کے مسلم ہوٹلوں میں اس میں کمی نظر آتی ہے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ دہلی میں جامع مسجد کے سامنے جو بریانی بکتی ہے وہ ایسے دیگوں میں پکتی ہے، جس میں خوردبین سے بہادر شاہ ظفر کے دور کے ذرات تلاش کیے جا سکتے ہیں، یقیناً یہ مبالغہ ہے، لیکن کسی دل جلے نے یہ بات وہاں کے دیگوں کی گندگی کو دیکھ کر ہی کہی ہوگی، اسکے برعکس غیر مسلم بھائی کی دکانوں کے برتن اور لائن ہوٹل پر استعمال کیے جانے والے ظروف صاف ستھرے دکھائی دیتے ہیں، لیکن یہ پاک بھی ہیں، اعتماد سے نہیں کہا جا سکتا، اس لیے کہ ان ہوٹلوں پر استعمال شدہ برتن جہاں رکھے جاتے ہیں وہاں عموماً کتے اس کی باقیات کے ساتھ برتن کو بھی چاٹ چاٹ کر صاف کر دیتے ہیں، کتوں کے ذریعہ صفائی کا یہ عمل برتن کو ناپاک کر دیتا ہے، کتوں کے ذریعہ زبان اور لعاب سے جو برتن صاف کیا گیا ہو اس کو ہمارے یہاں کم از کم تین بار دھونے کا حکم ہے، بلکہ روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ اسے سات مرتبہ دھویا جائے، اور آٹھویں مرتبہ مٹی سے دھویا جائے، تاکہ برتن کی پاکی کے ساتھ وہ جرثومے بھی مر جائیں اور صاف ہو جائیں، جو کتوں کے لعاب میں ہوتے ہیں اور انسان کو بیمار کر سکتے ہیں، یہ معاملہ صرف ہوٹل کا ہی نہیں، اسکولوں کا بھی ہے، اسکولوں میں جو مڈڈے میل دیا جاتا ہے، اس میں کچھ برتن تو وہ ہوتے ہیں جو طلبہ وطالبات اپنے ساتھ لاتے ہیں، اور کچھ برتن بعض اسکولوں میں طلبہ کو کھانے کے لیے دیے جاتے ہیں، کھانے کے بعد انہیں باہر جوٹھا رکھ دیا جاتا ہے، تاکہ باورچی یا باورچن آرام سے اسے دھوئے، لیکن دیکھا یہ جا رہا ہے کہ ان کے دھونے کے پہلے کتے اسے اپنی زبان سے صاف کر دیتے ہیں، جب صفائی ہوگئی تو دھونے والا عملہ صرف اس پر پانی بہا دیتا ہے، پانی بہانے کے اس عمل سے برتن صاف دکھائی تو دیتا ہے، لیکن وہ پاک نہیں ہوتا اور نہ جانوروں کے منہہ میں جو جراثیم ہوتے ہیں، اس سے وہ محفوظ ہوتا ہے، اگلے دن طلبہ وطالبات جب اسی برتن میں کھاتے ہیں تو یہ جراثیم بچوں کو لگ جاتے ہیں اور بچے بیمار پڑ جاتے ہیں، اسی قسم کا ایک معاملہ سنبھل کے شہزادی سرائے پرائمری اسکول کا اخبارات کی زینت بنا ہے، جب صحافیوں نے اس اسکول کا دورہ کیا تو اسکول میں کوئی موجود نہیں تھا اور مڈڈے میل کے لیے مستعمل برتنوں کو آوارہ جانور چاٹ رہے تھے، یہ ایک واقعہ صحافیوں کے سامنے آیا اور انہوں نے اسے خبر بنا دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ بہت سارے اسکولوں کا یہی حال ہے، مڈڈے میل کھا کر بیمار پڑنے کے واقعات کثرت سے سامنے آتے ہیں، سانپ کے بچوں اور چھپکلی تک کھانے سے نکلنے پر اب کسی کو تعجب نہیں ہوتا۔ یہ حالات اس لیے پیدا ہوئے کہ جو احتیاط کھانا پکانے اور برتن کو پاک وصاف رکھنے کے لیے کیا جانا چاہیے اس سے پہلو تہی کرنا، اسے نظر انداز کرنا عام سی بات ہے، اور کوئی کسی کا ہاتھ پکڑنے کو تیار نہیں ہے۔

اسلام میں صفائی اور پاکی دونوں مطلوب ہے، بعض اکابر کو یہ کہتے سنا کہ جس طرح پانی کی موجیں اور شجر وحجر ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں، اسی طرح صاف کپڑے بھی اللہ کی تسبیحات بیان کرتے ہیں، فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ جب کپڑہ صاف ہوتا ہے تو گرمی کم لگتی ہے اور جب میلا ہو جاتا ہے تو ذکر موقوف ہو جاتا ہے، اسی لیے گندے کپڑے میں گرمی زیادہ لگتی ہے، کپڑے تسبیح پڑھتے ہیں یا نہیں یہ تو بڑوں کے ادراک واحساس کا معاملہ ہے، لیکن گرمی کم اور زیادہ لگنے کی بات تو تجربہ سے ثابت ہے، اسلام میں صفائی کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے، صفائی کے ساتھ بدن، کپڑے، مکانات اور جگہوں کا پاک ہونا بھی شریعت میں مطلوب ہے، یہ پاکی نہ پائی جائے تو ہماری عبادتیں درست نہیں ہوں گی، اس لیے ضروری ہے کہ صاف ستھرا بھی رہا جائے اور یہ صفائی ستھرائی پاکی کے ساتھ ہو۔ (بقیہ صفحہ ۱۰/ پر)

غلطی

”نہ ہی نعروں سے کام چلے گا، نہ وعدوں سے بات بنے گی، ارادوں کی ضرورت ہے، عمل کی حاجت ہے، دل جیتنے کے لئے اپنے دل کے دروازہ کو وا اور ذہن کے دریچوں کو روشن رکھنا ہوگا، مرد نے عورت کی آزادی کے نعرے لگا کر بھی عورت کا استحصال کیا ہے، آرٹ اور فن کے بہانہ بھی اس کی عظمت پہ کالک پوتی ہے، مرد نے اپنی ستر پوشی کا اس حد تک انتظام کیا کہ گلے کا بٹن تک بند رہنے لگا، عورت کی بے ستری اس طور پر کی کہ اس کے ”لباس“ کے ایک ایک دھاگہ کو ”فن“ کے ساتھ اتارتا رہا، اور جب تک نشیب وفراز کا ہر زاویہ نمایاں نہ ہوا ”دیتے رہے وہ فن کی دہائی تمام رات“۔

(امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی مدظلہ)

بلا تبصرہ

”حکومت بدلتی ہیں تو پالیسیاں بھی بدلتی ہیں، ۲۰۱۴ء میں بی جے پی کے برسر اقتدار آنے کے بعد سیاست کا یہ مزاج بہت نمایاں ہو گیا ہے اور قانون سازی کا عمل بھی اس انداز سے ہوتا رہا ہے جو کہ کسی جمہوریت کے لئے قطعاً نامناسب ہے، آئینی اور بنیادی طور پر بلا امتیاز تمام شہریوں کے حقوق یکساں ہیں، لیکن سیاسی بازیگروں نے یہاں کے جمہوری نظام کو کمزور کرنے کے لئے فرقہ وارانہ کش مکش کا ماحول اور مسئلہ پیدا کر دیا ہے۔“

(حاصل مطالعہ)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

انسانی معاشرے کی تعمیر و تشکیل میں لگے رہئے:

﴿آپ کا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو کفر کے سبب ہلاک کر دے اور ان کے رہنے والے اصلاح میں لگے ہوں﴾ (سورۂ ہود: ۱۱۷)

مطلب : اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں انسانوں کی ہدایت و رہنمائی اور اصلاح کے لیے الگ الگ پیغمبروں اور رسولوں کو بھیجا؛ تاکہ وہ انسانوں کو معصیت اور گمراہی سے نکال کر رشد و ہدایت کے راستہ پر لگائیں، لوگوں کو الحادی نظریات سے بچائیں، بداعمالیوں اور بری حرکتوں سے باز رہنے کی تلقین کرتے رہیں اور اللہ کی حاکمیت کو دلوں میں پیوست کریں، حضرت نوح، حضرت شعیب، حضرت صالح علیہم السلام وغیرہ کی دعوت کا مرکزی عنوان یہی تھا کہ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو، شرک و بت پرستی سے دور رہو؛ لیکن قوموں نے سرکشی و عناد اور بغاوت کی روش اختیار کی اور شیطانی وسوسوں میں گرفتار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا، کسی کی بستیاں الٹ دیں اور کسی کو غرقاب کر دیا، ان قوموں کی ہلاکت خیزی کے واقعات کو قرآن مجید نے متعدد مقامات پر بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، سب سے آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا، جنہوں نے انسان کو توحید کی دعوت دی اور کہا کہ لوگو! اس رب کی بندگی کرو، جو تمہارا اور تم سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں کا خالق ہے اور تم سب اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، ابتداء میں مکہ کے مشرکین نے مخالفت کی، چند اصحاب کے علاوہ اکثر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن ہو گئے تو آپ نے مدینہ ہجرت فرمائی، جہاں ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا، اس طرح آپ کے 23 سالہ عہد نبوت میں پورا جزیرۃ العرب حلقہ بگوش اسلام ہوا اور اس امانت کو اپنی امت کے سپرد کرتے ہوئے کہا کہ تم دنیا میں خیر کو پھیلانا اور شر سے باز رکھنا، اس لیے کہ اللہ نے مسلمانوں کو خیر امت بنایا ہے؛ تاکہ دوسرے انسانوں کی خیر خواہی کرے، نیکی کا حکم دے اور بدی سے روکے، جب تک خیر و بھلائی کا کام جاری رہے گا، اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس قوم پر عذاب کو مسلط نہیں کریں گے، لیکن اگر امت اپنے فرائض منصبی سے پہلو تہی اختیار کرے گی تو اللہ تعالیٰ اس سے باز پرس کریں گے، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرے اور وہ جماعت و قوم باوجود قدرت کے اس شخص کو گناہ سے نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔ (ابن ماجہ) یاد رکھئے کہ اس امت کی یہ تاریخ رہی ہے کہ جب بھی انسانی معاشرہ میں کوئی دینی و اخلاقی بگاڑ پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے امت میں سے کسی قد آور شخصیت کو پیدا کیا، جس نے صبر و عزیمت کے ساتھ انسانی معاشرہ کی تعمیر و تشکیل میں قائدانہ رول ادا کیا، آج کے حالات پہلے سے زیادہ ناگفتہ بہ ہیں، مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ خدا ناشناس قوم کی دست گیری کریں، پہلے خود اپنے نفس کو نیکی کے لیے ابھاریں، پھر دوسروں کو نیکی کی طرف بلائیں؛ تاکہ اس کو یوم آخرت میں اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو اور اخروی نعمتوں سے سرفراز ہو جائے۔

اسلام کی بنیادی تعلیم:

{حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا نے تم پر کچھ فرض مقرر کئے ہیں، دیکھو ان کو ضائع نہ کرنا اور خدا نے تم پر کچھ چیزیں حرام فرمائی ہیں، دیکھو ان کی بے حرمتی نہ کرنا اور دیکھو خدا نے کسی بھول چوک کے بغیر بعض چیزوں کے بارے میں اس لیے خاموشی اختیار فرمائی کہ اس کی رحمت کا تقاضا یہی تھا، تم ان چیزوں کے بارے میں زیادہ کھوج لگانے کی فکر مت کرنا۔} (دار قطنی)

وضاحت : حدیث کے الفاظ بہت مختصر ہیں، جملے نہایت صاف، سلیس و سادہ ہیں، بات ہلکی پھلکی ہے؛ لیکن مفہوم و مراد کی جامعیت کے اعتبار سے ان چند سیدھے جملوں میں پورے دین کا نچوڑ اور اسلام کی بنیادی تعلیم بیان کر دی گئی ہیں، اسلامی نقطۂ نظر سے اللہ کو ایک ماننا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول ماننا، قرآن مجید کو اللہ کی کتاب سمجھنا اور تمام رسولوں کو، آخرت کو، تقدیر کو، فرشتوں کو، جنت و دوزخ کو برحق ماننا عقائد ایمانی ہیں اور اس کے ساتھ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ سب فرائض ہیں اور ان پر عمل کرنا ایمانی تقاضہ ہے اور چند چیزوں کو خدا نے حرام قرار دیا ہے، جیسے غیبت کرنا، شراب خوری کرنا، رشوت لینا اور اس طرح کے دوسرے اعمال بد سے پرہیز کرنا، اب آپ اپنے گھر اور معاشرہ کا جائزہ لیجئے کہ آج ہماری معاشرتی زندگی گمراہی کے کس دھارے میں بہہ رہی ہے، دینی بے تعلقی کے لحاظ سے، اپنی خدا شناسی کے لحاظ سے، فرائض سے بے خبری اور محرمات کے ساتھ بے تکلفی کے لحاظ سے ہم جس قدر تاریکی کے گہرے غار میں اتر چکے ہیں، شاید اس سے پہلے بھی ہم اتنے گہرے اور اس قدر تاریک غار میں نہیں پہونچے ہوں گے، جب مسلمان اپنے کردار اور شعار سے بیگانہ اسلام بن چکے ہیں تو سوال یہ کہ خود ان کی کامیابی اور نجات کے لیے عذاب قبر سے رستگاری اور میدان حشر میں برأت کے لیے کون سی راہ اختیار کی جائے، اگر تبدیلی حالات کی فکر نہ کی گئی تو بے راہ روی اور گمراہی مقدر بن جائے گی، ہر آسمانی کتاب میں اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص رموز و اسرار ہوتے ہیں، جس کا علم اللہ کے سوا اور کسی کو نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم بطور ایک راز کے دیا گیا ہو، جس کی تبلیغ امت کے لیے روک دی گئی، ہمارے لیے ان میں بحث و گفتگو بھی جائز نہیں، بس ہمیں ان پر ایمان لانا چاہیے کہ اللہ کی طرف سے آئے ہیں، اس کی حقیقت معلوم کرنے کی فکر میں پڑنا درست نہیں، مثلاً قرآن کریم کے حروف مقطعات جو بہت سی سورتوں کے شروع میں آئے ہیں، ان کی تحقیق و تفتیش، تفسیر و تشریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے، اسی لیے بس ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

قربانی کن لوگوں پر واجب ہے

قربانی کن لوگوں پر واجب ہے، نابالغ اولاد اگر مالک نصاب ہو تو اس کے مال میں قربانی واجب ہے یا نہیں؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

قربانی ہر ایسے عاقل بالغ مقیم مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے جس کے پاس بنیادی ضروریات مثلاً رہائشی مکان استعمالی سواری، استعمالی فرنیچر، برتن اور لباس وغیرہ سے زائد اور قرض سے فاضل ساڑھے باون تولہ (۶۱۲؍گرام ۳۶۰ ملی گرام) چاندی یا ساڑھے سات تولہ (۸۷؍گرام ۴۸۰؍ملی گرام) سونا یا ان میں سے کسی ایک کے بقدر کوئی دوسری مالیت ایام قربانی میں موجود ہو۔ (البحر الرائق ۱۹۸/۸، الفتاوی الھندیہ ۲۹۵/۵، بدائع الصنائع ۱۹۷/۴) نابالغ اولاد اگر مالک نصاب ہو تو اس پر اس کے مال میں قربانی واجب نہیں جس طرح زکوٰۃ واجب نہیں، فقط۔

کاشت کی زمین نصاب میں شامل ہے یا نہیں؟

بکر کے پاس کاشت کی کچھ زمین ہے جس سے پیداوار حاصل کرتا ہے، اس پر قربانی واجب ہے، یا نہیں۔

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

کاشت کی زمین سے پیداوار اتنی حاصل ہو جائے جو صاحب زمین اور اس کے اہل و عیال کے سالانہ خرچ کے لئے کافی ہو اور اس کے علاوہ مقدار نصاب غلہ بچ جائے تو ایسی صورت میں قربانی واجب ہوگی ورنہ نہیں، اس لئے کہ کاشت کی زمین کے نصاب میں شامل ہونے اور وجوب قربانی کے لئے ضروری ہے کہ سال بھر کے خرچ کے علاوہ مقدار نصاب غلہ موجود ہو۔ **اذا کان لہ عقار یستغلہ تلزمہ الاضحیۃ اذا دخل منہ قوت عامہ وزاد معہ النصاب . کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ کتاب الاضحیۃ) فقط**

میت کی طرف سے قربانی

میں ہر سال اپنے مرحومین کی جانب سے قربانی کیا کرتا ہوں، شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں، اور مرحومین کو اس کا ثواب پہونچ گا یا نہیں، گوشت کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

مسلم شریف کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مینڈھا اپنی طرف سے، اپنی آل کی طرف سے اور اپنی امت کی طرف سے قربانی کی اور امت میں بہت سارے لوگ انتقال بھی کر چکے تھے۔ **اخذ الکبش فاضجعہ ثم ذبحہ ثم قال بسم اللہ اللھم تقبل من محمد وآل محمد و من امۃ محمد ثم ضحیٰ بہ (صحیح مسلم ۲/ ۱۵۶)**

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے۔ **عن حنش قال رأیت علیا رضی اللہ عنہ یضحی بکبشین فقلت لہ ما ھذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أوصانی أن ضحی عنہ فانا اضحی عنہ (سنن ابی داؤد ۳۸۵، کتاب الضحایا)** اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مالی عبادت میت کی طرف سے انجام دیکر اس کا ثواب میت کو پہونچایا جا سکتا ہے، اور قربانی بھی ایک مالی عبادت ہے، لہذا میت کی جانب سے قربانی کرنا شرعاً جائز و درست ہے۔ اس کا ثواب انشاء اللہ میت کو پہونچے گا۔

لہذا صورت مسئولہ میں اگر آپ مالک نصاب ہیں اور اپنی طرف سے قربانی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مرحومین کی طرف سے بھی ایک دو حصہ قربانی کرتے ہیں تو شرعاً جائز و درست ہے، ثواب میت کو ملے گا اور گوشت کے مالک آپ ہوں گے، آپ خود بھی کھا سکتے ہیں اور دوست و احباب کو بھی کھلا سکتے ہیں۔ **من ضحی عن المیت ..... والاجر للمیت والملک للذابح . رد المحتار ۹/ ۴۷۲)** لیکن اگر آپ مالک نصاب ہونے کے باوجود ہر سال دوسروں کی جانب سے قربانی کرتے ہیں اپنی طرف سے نہیں کرتے تو ایسی صورت میں وجوب آپ کے ذمہ باقی رہ جانے کی وجہ سے گنہگار رہوں گے۔ فقط

بانجھ جانور کی قربانی : وہ جانور جس میں توالد و تناسل کا سلسلہ بند ہو (بانجھ ہو) خواہ پیدائشی طور پر ہو یا بڑی عمر ہونے کی وجہ سے اس کی قربانی شرعاً جائز و درست ہے۔ فقط

لنگڑے جانور کی قربانی : وہ جانور جو ایک پیر کا لنگڑا ہے، لیکن چلنے میں اپنے لنگڑے پیر کو زمین پر ٹیک کر چلتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے اور اگر صرف تین پیر کے سہارے چلتا ہے اور لنگڑے پیر کو زمین پر نہیں ٹیکتا تو اس کی قربانی درست نہیں ہے (ردالمحتار ۴۶۸/۹)

سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی: بے سینگ جانور کی قربانی درست ہے خواہ پیدائشی طور پر سینگ نہ ہو یا سینگ نکلنے کے بعد اس کو داغ دیا گیا ہو تاکہ بڑھے نہیں یا سینگ ہو لیکن ٹوٹ چکی ہو۔ البتہ اگر سینگ اس طرح ٹوٹی ہو کہ اس کی شلستگی مغز دماغ تک پہونچ گئی ہو یعنی جڑ سے اکھڑ گئی ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ہے۔

جانوروں کے کان یا دُم : جس جانور کے پیدائشی طور پر دونوں کان یا دُم نہ ہو یا ایک کان نہ ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے اسی طرح کان یا دُم ہو لیکن ایک تہائی یا اس سے زیادہ کٹی ہو اس کی بھی قربانی درست نہیں ہے۔ البتہ دُم یا کان پیدائشی طور پر چھوٹے ہوں تو اس کی قربانی درست ہے۔ (ردالمحتار ۴۶۸/۹) فقط

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار پھلواری شریف پٹنہ

پھـــلـــواری شـــریف

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 30 مورخہ ۱۶؍ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۰؍جولائی ۲۰۱۸ء روز سوموار

محافظ لٹیرے

بے سہارا اور بال مزدوری سے چھڑائے گئے بچے بچیوں کو چائلڈ ہوم (بچوں کا گھر) میں رکھا جاتا ہے، یہ چائلڈ ہوم سرکار عموماً غیر سرکاری تنظیموں (NGO) کے ذریعہ چلواتی ہے، اور انہیں نوے فیصدی تک اس کام کے لیے سبسڈی دی جاتی ہے، تاکہ بچوں کی دیکھ ریکھ اور ان کی نگہداشت صحیح طور پر ہو سکے۔ ان نگہداشت میں ان کی جسمانی ذہنی، اخلاقی، نشو نما، مقوی غذائیں اور اعلیٰ اخلاقی اقدار پر مبنی تعلیم و تربیت شامل ہے، لڑکے، لڑکیوں کو الگ الگ رکھا جاتا ہے تاکہ بڑھتی عمر کے ساتھ ہونے والے جنسی میلان سے ان کو دور رکھا جا سکے۔

لیکن چائلڈ ہوم اپنی ذمہ داریاں صحیح طور سے ادا نہیں کرتے، خصوصاً بچیوں کے لیے مختص چائلڈ ہوم سے جو اطلاعات موصول ہوتی رہی ہیں، اس کے مطابق چائلڈ ہوم، نجی اسکول اور کستور با گاندھی اسکولوں کی رہائش کے دوران ان بچیوں کو جنسی استحصال کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور چوں کہ ان کی دنیا چائلڈ ہوم تک ہی محدود رہتی ہے، اس لیے ان کی آواز باہر نہیں جا پاتی ہے اور یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا جا رہا ہے۔

مئی میں مظفر پور چائلڈ ہوم سے دل دہلانے والی یہ اطلاع موصول ہوئی کہ وہاں بچوں کے گھر کا ذمہ دار ہی ان سے ہوس کی آگ بجھاتا ہے، اور سفید پوش لوگوں کی عیاشی کے لیے کونسلنگ کے نام پر دوسروں کے حوالہ بھی کر دیتا ہے، بات پھیلی اور پھیلتی چلی گئی، جانچ کے بعد معلوم ہوا کہ مظفر پور چائلڈ ہوم میں انتیس لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی، میڈیکل رپورٹ سے یہ بھی تصدیق ہوئی کہ ان لڑکیوں کو مسلسل اور بار بار جنسی اذیت دی گئی، چنانچہ اس شیلٹر ہاؤس کو بند کر کے یہاں کی لڑکیوں کو مقامہ، بھاگلپور اور مدھوبنی کے چائلڈ ہوم میں بھیجا گیا ہے، لیکن ان کی عزت و آبرو وہاں بھی محفوظ رہے گی یہ کہنا انتہائی مشکل کام ہے، اس واقعہ پر سیاست شروع ہو گئی ہے، پارلیامنٹ اور اسمبلیوں میں اس کی گونج ہے، سی بی آئی انکوائری کی بات چل رہی ہے اور ہم لوگ خوب جانتے ہیں کہ انکوائری کسی بھی معاملہ کو سرد بستے میں ڈالنے کے لیے ہی عموماً ہوا کرتی ہے، اب انکوائری کیا کرنی ہے، میڈیکل رپورٹ واضح ہے، مجرم گرفت میں ہے، تیز رفتار ٹرائل کے ذریعہ اسے اس کالے کرتوت کی سزا دو، انکوائری ہی کرانی ہے تو کستور با گاندھی اسکول کے دار الاقامہ اور دوسرے چائلڈ ہوم کی کراؤ، اور ایسا قانون لاؤ کہ آئندہ کوئی اس طرح کی ہمت نہ کرے اور محافظ لٹیرے بن کر اس اعتماد کو ٹھیس نہ پہونچائیں جو گارجین، سماج اور سرکار کو ان اداروں کے ذمہ داروں پر ہوا کرتا ہے۔

بولیاں

ہماری مادری زبان اردو ہے، سرکاری کاغذات میں اسی کا اندراج کرایا جاتا ہے، لیکن ہم مادری زبان کے طور پر اردو کا استعمال نہیں کرتے، بلکہ ہر علاقہ اور ہر حلقہ کی اپنی اپنی بولیاں ہیں، وہ بولی جاتی ہیں، ایک سروے کے مطابق ہندوستان میں 19569 بولیاں بولی جاتی ہیں، ان کی شناخت مادری زبان کی حیثیت سے ہی کی گئی ہے، 96.71 فی صد لوگ دستور میں درج ۲۲ زبانوں میں سے کسی ایک کا استعمال کرتے ہیں۔ 2011 کی مردم شماری کے اعداد و شمار پر مشتمل جاری ایک رپورٹ کے مطابق زبان اور بولیوں کی درجہ بندی کرتے وقت 1369 کو مادری زبان کے طور پر بولی جانے والی بولیوں میں رکھا گیا ہے، اس فہرست میں چالیس (۴۰) ایسی بولیوں کی بھی نشان دہی کی گئی ہے جو ختم ہونے کے قریب ہیں، ہندوستان سے باہر یونیسکو کی رپورٹ یہ ہے کہ گذشتہ پچاس سال میں ہندوستان کی دو سو تیس زبانیں (بولیاں) مر چکی ہیں، اور ایک سو ستانوے زبانوں پر ختم ہو جانے کا خطرہ منڈلا رہا ہے۔

اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ ہندی اور اس سے جڑی بولی اور زبان بولنے والے ملک میں 43.63 فی صد ہیں، بقیہ دوسری زبان اور بولیوں سے متعلق لوگ ہیں، ایک سروے میں کچھ دن پہلے یہ دکھایا گیا تھا کہ اردو اور اس سے متعلق بولیاں بولنے والوں کی تعداد کم ہو رہی ہے، جو افسوسناک ہے۔

اس رپورٹ پر اعتماد نہ کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، اس لیے کہ جب ہم اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان گھروں کے بچے بھی آج اردو سے نابلد ہیں، اردو پڑھنے لکھنے کا مزاج ان کے اندر کم ہوا ہے، وہ ہندی میں لکھتے بولتے، پڑھتے، سمجھتے بلکہ سوچتے ہیں، گھروں میں اردو اخبار لینے کا مزاج نہیں ہے، جو بچے ٹوٹی پھوٹی اردو بولتے اور سمجھتے ہیں، انہیں لکھنا نہیں آتا، جو لکھتے ہیں انہیں صحیح املا کا پتہ نہیں، جنہیں املا معلوم ہے ان کی تحریر ایسی بدخطی کی شکار ہے کہ پڑھنا مشکل ہے، سمینار، سمپوزیم، کانفرنسیں بہت ہو رہی ہیں، لیکن بنیادی اور زمینی سطح پر اردو کو زندہ رکھنے کے لیے جو جد و جہد ہونی چاہیے، اس کی طرف سے سرد مہری ہے، زبانیں سمیناروں سے نہیں، بولنے، لکھنے پڑھنے سے زندہ رہتی ہیں، اس کے لیے بہار اردو اکیڈمی، اردو ڈائرکٹوریٹ، اردو مشاورتی بورڈ، انجمن ترقی اردو سب کو مستعد ہونے کی ضرورت ہے، یقیناً ان اداروں کی طرف سے جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ قابل ستائش ہے، لیکن اس کو گاؤں کی سطح پر منظم اور مربوط تحریک کی شکل دیے بغیر اگلی نسل تک اردو زبان و ادب کی منتقلی دشوار ہے، اس کی طرف ہر کسی کی توجہ مبذول کرانا وقت کا تقاضہ ہے۔

ٹی ای ٹی

سال ۲۰۱۳ء میں سرکاری اسکول میں اردو، بنگلہ کے ستائیس ہزار اساتذہ کے خالی عہدوں پر بحالی کے لیے اردو بنگلہ ٹی ای ٹی کا خصوصی امتحان ہوا تھا، ۲۸؍نومبر ۲۰۱۳ء میں نتائج کے اعلان کے بعد یہ معاملہ اختلافی ہو گیا، کیوں کہ امتحان میں دیے گیے پندرہ سوال غلط پائے گیے تھے، اس کا حل یہ نکالا گیا کہ تیرہ نمبر گریس کے طور پر دے کر دوبارہ نتیجہ شائع کیا گیا، جس سے کئی لوگ فہرست میں آگیے اب جو رہ گیے تھے انہوں نے ہنگامہ شروع کیا تو تیسری بار صرف ایک سو پینتیس نمبر کو سامنے رکھ کر نتیجہ نکالا گیا، جس کی وجہ سے کئی کامیاب امیدوار ناکام ہو گیے، یہ دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہے کہ ایک امتحان کا نتیجہ تین بار شائع ہوا۔

گذشتہ چار سالوں سے ٹی ای ٹی کامیاب امیدوار اپنی بحالی کے لیے محکمۂ تعلیم اور دوسرے ذمہ داروں کے دروں کی خاک چھان رہے ہیں، لیکن بدلے میں صرف وعدے ملتے ہیں اور جس طرح محبوبہ کے وعدوں کا اعتبار نہیں ہوتا وہی حال ان دنوں سرکاری وعدوں کا ہے، طول شب فراق کی طرح یہ طویل ہو جاتی ہے اور انتظار کی کلفت میں آدمی اپنا آپا کھو دیتا ہے، سرکاری وعدوں سے اوب کر اب ٹی ای ٹی امیدوار احتجاج اور مظاہرے کی طرف بڑھ رہے ہیں، اس سلسلے میں آخری بار ۲۵؍جولائی ۲۰۱۸ء کو بہار کے وزیر تعلیم سے ملاقات کر کے انہوں نے اپنا موقف رکھنا چاہا تھا، لیکن وزیر تعلیم کو ان لوگوں سے ملاقات کی فرصت نہیں تھی، چنانچہ امیدواروں نے وزیر تعلیم کے گھر کا گھیراؤ کر لیا اور وزیر تعلیم نے ملاقاتیوں پر پولس سے ڈنڈے برسوا دیے، کئی کے سر پھوٹے اور کئی زخمی ہوئے، بات وہیں کی وہیں رہ گئی اور لاٹھیاں الگ سے حصہ میں آئیں۔ ظاہر ہے حکومت کے اس طریقہ کار کو کسی بھی طرح سراہا نہیں جا سکتا، اور ایک پر امن وفد پر تشدد کی کاروائی کو کسی طور صحیح نہیں ٹھہرایا جا سکتا، اس سلسلے میں حکومت کو ہوشیار اور بیدار رہنا چاہیے اور ٹی ای ٹی امیدواروں کی جائز مانگ کو سامنے رکھتے ہوئے فوراً بحالی کی کارروائی شروع کروا دینی چاہیے۔ قانونی رکاوٹ دور کرنے کے لیے حکومت کو ان امیدواروں کی بحالی کے لیے سپریم کورٹ جانا ہو تو اس سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیے۔

پولی تھین

گذشتہ چند سالوں میں دوکانداروں کے ذریعہ گاہکوں کو سامان دینے کے لیے پولی تھین کے تھیلوں کا استعمال تیزی سے بڑھا ہے، سامان استعمال کرنے کے بعد خالی پولی تھین پھینک دیے جاتے ہیں، یہ پھینکے ہوئے پولی تھین نالیوں میں جا کر گٹر کو جام کر دیتے ہیں، جانور اسے کھا لیتے ہیں، تو ان کا دم گھٹ جاتا ہے، پولی تھین اور پلاسٹک میں استعمال ہونے والی اجزاء انسانی زندگی کے لیے بھی سخت نقصان دہ ہیں، اس سے کینسر جیسے مہلک مرضی کے ساتھ کئی اور بیماریوں کے پیدا ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

صرف، ریاست بہار میں دو ہزار میٹرک ٹن سے زیادہ پولی تھین اور پلاسٹک کے کچڑے زندگی میں زہر گھول رہے ہیں، چوں کہ یہ سڑتے گلتے نہیں ہیں، جس کی وجہ سے زمین کی پیداواری کی قوت بھی متاثر ہوتی ہے، پٹنہ ہائی کورٹ کی واضح ہدایات اور بعض جگہوں کو پولی تھین سے بالکلیہ آزاد کرنے کے حکم کا بھی کوئی اثر دیکھنے میں نہیں آرہا ہے۔

جن اضلاع میں پولی تھین کے استعمال سے خطرات بڑھے ہیں، ان میں پٹنہ، گیا، سیوان، آرہ، بکسر، نالندہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، یہاں پلاسٹک اور پولی تھین کے کچڑوں کے ضائع کرنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا، اور کہنا چاہیے کہ لوگ پولی تھین کے کچڑوں کے ڈھیر پر بیٹھے ہیں۔

ان کچڑوں سے آزادی حاصل کرنے کے سلسلے میں مظفر پور نے مثالی پہل کی ہے، یہاں گذشتہ سال سے کمپوسٹ کیڈ لگا کر کچڑے سے کھاد بنانے کا کام شروع کیا گیا ہے، اب تک نگر نگم نے ایک سو پچاس ایسے کیڈس لگائے ہیں اور ایک سو مزید لگانے کے منصوبے پر کام چل رہا ہے، یہاں بھی نگر نگم علاقہ سے روزانہ تین سو میٹرک ٹن کچڑا نکلتا ہے، اس میں چالیس سے پچاس میٹرک ٹن پولی تھین کا کچڑا ہوتا ہے، بھاگلپور میں کچڑوں کو جلایا جاتا ہے، جس سے فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے، اور قریب کے سو ایکڑ زمین بنجر ہو کر رہ گیے ہیں، دو سو پچاس پیڑ بھی جل کر خاکستر ہو گیے، یہ تو ظاہری نقصان ہے، صحیح صورت حال یہ ہے کہ پولی تھین کچڑا جلانے سے کاربن ڈائی اکسائڈ، کاربن مونو اکسائڈ اور ڈائی لاگ سین، ڈائی آکسین گیسوں کا اخراج ہوتا ہے، جو سانس، جلدی امراض شوگر کے ساتھ انسان کے نظام ہاضمہ کو بھی متاثر کرتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ پولی تھین پیٹرو کیمیکل مصنوعات میں سے ہے، جس میں نقصاندہ گیسوں کا استعمال کیا جاتا ہے، رنگین پولی تھین خاص کر ''لیڈ بلیک کاربن'' ''کرومیم'' ''نیز'' ''کاپر'' وغیرہ کے باریک اجزاء سے تیار ہوتے ہیں، یہ اجزا صرف انسان ہی کے لیے نہیں تمام جانداروں کے لیے نقصان دہ ہیں۔

پولی تھین کے استعمال سے پہلے کاغذ کے ''دونے'' استعمال ہوا کرتے تھے، یہ صحت کے لیے نقصان دہ نہیں تھے، اور آسانی سے سڑ گل جاتے تھے، لیکن کاغذ درختوں کے اجزاء سے بنتے ہیں اور فضائی آلودگی سے بچنے کے لیے درختوں کا وجود ضروری ہے، چنانچہ درختوں کے تحفظ کے نقطۂ نظر سے پولی تھین بدل کے طور پر استعمال ہونے لگا اور وہ زیادہ نقصان دہ ثابت ہوا، اس پریشانی کا حل یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ردی کپڑوں اور جوٹ کے بنے تھیلے کا استعمال شروع کیا جائے، جوٹ کے تھیلے تھوڑے مہنگے پڑیں گے، لیکن اس کا استعمال ہر اعتبار سے محفوظ ہوگا، دوسرا بدل ردی کپڑوں کا تھیلوں کے لئے استعمال ہے، سرکار چاہے تو یہ کام ''جیویکا'' اسکیم کے تحت کروا سکتی ہے، اس کا دہرا فائدہ ہوگا، مارکیٹ کو تھیلے مل جائیں گے، جیویکا سے جڑے لوگوں کو روزگار ملے گا اور عام لوگوں کا بھلا یہ ہوگا کہ وہ فضائی آلودگی سے بچ جائیں گے۔ اس معاملہ میں دوسرے سماجی معاملات کی طرح عام شہریوں کو بھی حساس ہونے کی ضرورت ہے، اس لیے کہ سرکاری اسکیموں اور پابندیوں کو عوامی حمایت حاصل نہ ہو تو اس کا نفاذ عملاً دشوار ہو جاتا ہے، ہمیں اس کام میں سرکار کو تعاون دینا چاہئے کیوں کہ یہ ہماری زندگی کی بقا اور صحت و عافیت کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

یادوں کے چراغ

حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی

: ایڈیٹر کے قلم سے

بزرگ عالم دین، استاذالاساتذہ، نامور داعی، عربی زبان وادب کے ماہر، سابق مہتمم جامعہ فلاح دارین ترکیسر، فخر گجرات حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی نے ۱۰/جولائی ۲۰۱۸ء مطابق ۲۵/شوال ۱۴۳۹ھ کو اس دنیا کو الوداع کہا، جنازہ کی نماز ساڑھے دس بجے رات میں ان کے گاؤں کاپودرا میں ادا کی گئی، بزرگ عالم مفتی احمد خان پوری نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور گاؤں کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، عمر طبعی سے آگے بڑھ جانے کے باوجود ان کی موت پر علمی دنیا میں صف ماتم بچھی اور مختلف رسائل اور اداروں نے ان پر خصوصی نمبر نکالنے کا اعلان کیا ہے، تعزیتی جلسے اور قراردادوں کا سلسلہ جاری ہے اور یہ سلسلہ ابھی مزید دراز ہوگا۔

حضرت مولانا عبداللہ بن اسماعیل سورتی بن حسین قاسم پٹیل (۱۹۰۹-۱۸۷۵) کاپودریؒ کی ولادت برما کے شہر ہیہو (HEHO) میں ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں ہوئی، جہاں ان کے والد نے بود و باش اختیار کر رکھی تھی، لیکن جلد ہی ۱۹۳۵ء میں یہ خاندان نقل مکانی کر کے کاپودرا ضلع بھروچ گجرات چلا آیا، ۱۹۳۷ء میں ابتدائی تعلیم کے لیے گاؤں کے مکتب اور سرکاری اسکول میں آپ کو داخل کرایا گیا، یہاں کے مکتب سے آپ نے قرآن مجید ناظرہ اور ابتدائی دینی تعلیم مکمل کیا، اسکول سے درجہ پنجم تک تعلیم پانے کے بعد ۴۵/۱۹۴۴ء میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں داخلہ لیا، یہاں سے ۱۹۴۸ء میں دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا، جہاں کنز الدقائق وغیرہ پڑھیں، لیکن خرابی صحت نے انہیں پھر ڈابھیل گجرات آجانے پر مجبور کیا، جامعہ ڈابھیل سے انہوں نے عالمیت کا کورس مکمل کیا، رسمی تعلیم سے فراغت کے بعد تدریسی کاموں سے لگ گیے اور مجلس خدام الدین سملک ڈابھیل اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں پڑھانے لگے، ۶۰-۱۹۵۹ء میں اللہ نے پھر دارالعلوم دیوبند جانے کا موقع عنایت فرمایا اور بظاہر اس کی شکل یہ بنی کہ حضرت مولانا اسماعیل گارڈی کے بچے پڑھنے کے لیے دیوبند جانے لگے تو مولانا اسماعیل نے انہیں دوسال کے لیے بطور اتالیق بچوں کے ساتھ دیوبند بھیج دیا، دوران قیام آپ نے دورہ حدیث تک کی کتابیں یہاں پڑھیں، اور دیوبند، سہارنپور، گنگوہ اور جلال آباد کے مشائخ سے رابطہ بنایا اور ان سے استفادہ کرتے رہے۔ ۱۹۶۰ء کے آخر میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے مہتمم مولانا محمد سعید بزرگ کی تحریک پر جامعہ میں تعلیمی اور تنظیمی کام کرنے لگے۔ ۱۹۶۵ء کے آخر میں مولانا محمد نورگت اور اہالیان ترکیسر کے اصرار پر دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر آگیے اور زندگی کے ۲۷ قیمتی سال اس ادارہ کو پروان چڑھانے میں لگا دیا، ۱۹۸۰ء تک درس بھی آپ سے متعلق تھا، لیکن ۸۴-۱۹۸۱ء تک صرف کار اہتمام کی انجام دہی میں مصروف رہے، ۱۹۸۵ء میں چند ماہ کے لیے عارضی تدریس کا کام شروع کیا اس کے بعد ۱۹۸۶ء سے ۱۹۸۹ء تک ادارہ کے صرف سرپرستی فرمائی۔

مولانا مرحوم کی پوری زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی، انہوں نے پوری زندگی مدبرانہ اور حکیمانہ شان سے گذاری، سادگی اور بے تکلفی آپ کی وہ صفت تھی جس کی وجہ سے بڑے بڑے علماء سے آپ کے روابط مضبوط رہے، آپ عربی زبان وادب کے ممتاز عالم تھے اور اس لائن سے بھی آپ کی خدمات قابل قدر اور لائق تقلید ہیں، قرآن کریم سے گہرا شغف تھا، فلاح دارین میں قرأت وتجوید کی ترقی اور عروج آپ کے قرآن کریم سے خصوصی شغف کا مظہر ہے، اللہ نے مردم شناشی اور مردم سازی کا بہترین ملکہ عطا فرمایا تھا، آپ جوہر قابل کو اپنی شفقتوں سے قریب کرتے اور پھر خصوصی تربیت کر کے اسے اپنی ٹیم کا حصہ بناتے، اس کام میں آپ کا دل دردمند اور زبان ہوش مند کام آتا اور دوسرے بھی اس دردمندی کا حصہ بن کر آپ کی تحریک اور جد وجہد کے دست وبازو بن جاتے، چوں کہ آپ کام کرنے والوں کی قدر کرتے، حوصلہ افزائی فرماتے، حسب حال اصلاح کا انوکھا انداز اپناتے، عموماً ڈانٹ ڈپٹ سے گریز کرتے، اس لیے نوجوان علماء کی بڑی تعداد آپ کے گرد جمع ہوگئی اور آپ کی تعلیمی تحریک کا حصہ اور آپ کے کاموں میں دست وبازو بن گیے۔ بے نفسی کے ساتھ خود بھی اکابر کا اکرام واحترام کرتے اور اپنے متعلقین کو اس طرف متوجہ کیا کرتے، عملی زندگی میں وقت کی پابندی کا خیال رکھتے، آپ نظافت ونفاست کے ساتھ زندگی گذارنے کے عادی تھے، بڑی مشغولیت کے باوجود اس سے سمجھوتہ نہیں کرتے تھے، اکرام ضیوف کا خاص خیال رکھتے، ارباب علم وفضل سے تعلق رکھنے کے ساتھ دین سے تعلق رکھنے والی ساری چیزوں کا احترام کرتے، فرماتے تھے کہ اسلاف سے کٹ گئے تو دین سے کٹ جائیں گے، امت کے زوال کے اسباب پر آپ کی گہری نظر تھی، ان کا اپنا ذوق یہ تھا، دینی اور دنیوی تقسیم کو مٹا دیا جائے اور اعمال ایسے کیے جائیں جو دنیوی اعتبار سے مفید ہوں، لیکن وہ دینی اعتبار سے کسی طرح غلط نہ ہوں، فرماتے کہ مہتمم اور صدر مدرس میں بردباری کا ہونا ضروری ہے، وہ تدریس میں فن پڑھانے والے اساتذہ کو ترجیح دیا کرتے اور توازن واعتدال کے ساتھ اس کی اہمیت اساتذہ کے سامنے رکھتے، آپ کا ذہن ودماغ تجزیاتی تھا، عصری حسیت پر گہری نظر تھی، رواداری پر زور دیتے، لیکن اس کے لیے حمیت دینی سے دست بردار ہونے کو انتہائی مضر قرار دیتے، مسلمان قوم کی بے حسی پر سخت افسوس کا اظہار کرتے، وہ کہا کرتے کہ مسلمان رحمت پسند ہیں، دہشت پسند نہیں۔ مسلمان تو اخلاق سے جیا کرتے ہیں اور اخلاق سے مارا کرتے ہیں، نئی نسل کی تعلیم وتربیت کے لیے بہت فکرمند رہتے اور احباب متعلقین کو بھی اسکول جانے والے مسلم بچوں کے ایمان وعقائد کی حفاظت کے لیے خصوصی فکر کرنے کی تلقین کرتے۔

حضرت مولانا عبداللہ کاپودرویؒ کو اللہ تعالیٰ نے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس اور رجال سازی کی صلاحیت کے ساتھ تصنیف وتالیف کی بھی غیر معمولی صلاحیت بخشی تھی، آپ کی تصنیفات عربی، اردو دونوں زبانوں میں موجود ہیں، ۱) اضواء علی تاریخ الحرکة العلمیة والمعاهد الاسلامیه والعربیة فی غجرات (۲) بدر الدین عینی اور علم حدیث میں ان کا نقش دوام (۳) دیوان امام شافعیؒ ترجمہ وتشریح (۴) نصحیة المسلمین (ترجمہ حواشی وتعلیقات) (۵) چالیس احادیث (عربی، گجراتی، انگلش) (۶) حضرت حاجی امداد اللہ اور ان کے نامور خلفاء، (گجراتی) (۷) علامہ قطب الدین ہنروالی اور ان کی علمی خدمات (۸) علامہ یوسف بنوری اور خدمات حدیث (۹) افکار پریشاں (۲/جلد) (۱۰) صدائے دل (۴/جلد) (۱۱) گلشن کاپودرا (گجراتی) (۱۲) رشد وہدایت کے مینار: جس سے میں نے کسب فیض کیا، خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

مولانا مرحوم سے میری چار ملاقاتیں تھیں اور وہ سب کی سب اسلامک فقہ اکیڈمی کے سمیناروں کی مرہون منت تھیں، مولانا نے حیدرآباد، ممبئی، بنگلور اور جمبوسر گجرات کے سمیناروں میں شرکت فرمائی تھی، جمبوسر کے سمینار کے افتتاحی اجلاس میں جو کلیدی خطاب آپ نے کیا تھا وہ وقت کی بڑی ضرورت تھی اور پورے سمینار میں اس کی گونج رہی، مولانا سے ان ملاقاتوں میں سلام ودعا سے آگے بات نہیں بڑھ سکی، استفادہ کا موقع احقر کو نہیں ملا، بات صرف تقریر سننے تک ہی رہی، لیکن ان کے نامور شاگردوں خصوصا مولانا اقبال احمد ٹنکاروی سے اچھی ملاقاتیں رہی ہیں۔ وہ جس طرح مولانا کا ذکر خیر کرتے ہیں، اس سے مولانا کی عظمت میرے دل میں بڑھتی چلی گئی، مولانا کا قیام ادھر زیادہ کناڈا رہنے لگا تھا، وہ دارالعلوم وقف کے رکن شوریٰ بھی تھے اور ادارہ کا بہت خیال رکھتے تھے۔

ایسے بافیض شخص کا رخصت ہوجانا ایک فرد کی موت نہیں، ایک عالم کی موت ہے، اور ملی سانحہ ہے، اس ملی سانحہ پر ان کے نسبی اور نسلی وارث ہی نہیں، پوری ملت تعزیت کی مستحق ہے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل اور ملت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ھیں

چھرہ بولتا ھے

: **مفتی محمد ثناء الھدیٰ قاسمی**

ظفر صدیقی (ولادت ۱۰/نومبر ۱۹۵۶ء) بن مولوی محمد ناظم مرحوم خلیل پورہ اف سی آئی روڈ پھلواری شریف پٹنہ کا شمار بہار کے اچھے اور نامور شاعروں میں ہوتا ہے، ان کی نعتیہ شاعری کا مجموعہ بعد از خدا رسالت مآب، اور غزلیہ شاعری کا مجموعہ لہجہ ہمارا، پیاس کا لشکر (ہندی) ظفر صدیقی کی چنندہ غزلیں (ہندی) شائع ہو کر اہل علم وفن سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں، شعر وادب کی مشاطگی پر انہیں بہت ساری تنظیموں نے ایوارڈ سے نوازا ہے، اس طرح تخصی اور اجتماعی طور پر ان کی کاوش کو سراہا گیا۔ ''چہرہ بولتا ہے'' ابھی حال میں طبع ہوئی ہے اور گذشتہ دنوں علمی مجلس بہار کے زیر اہتمام بہار اردو اکیڈمی کے سمینار ہال میں اس کی رسم اجرا ادا کی گئی اور شناوران شعر وادب نے ان کی شاعری اور انداز پیش کش پر جی کھول کر بحثیں کیں۔

دوسو چالیس (۲۴۰) صفحات پر مشتمل اس شعری مجموعہ کو ظفر انصاری ظفر اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو الہ آباد یونیورسیٹی نے مرتب کیا ہے، جس کا پتہ ٹائٹل پر درج ان کے نام سے چلتا ہے، ورنہ اندرون صفحات میں ظفر صدیقی نے شکریہ کے طور پر کئی لوگوں کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے ان کی شاعری سے متعلق گراں قدر تحریروں سے نوازا، ان میں ایک نام ظفر انصاری ظفر کا ہے، انہوں نے یہ نہیں لکھا ہے کہ اس کی ترتیب میں ظفر انصاری ظفر کا کیا رول رہا ہے، اسی طرح ظفر انصاری ظفر نے اپنے مضمون ''ظفر صدیقی کی شاعری سے متعلق چند باتیں'' میں جو اس کتاب میں شامل ہے، ترتیب کا ذکر نہیں کیا ہے، دونوں صاحبان کی تحریروں سے گتھی نہیں کھلتی ہے، مولویانہ توجیہہ یہی ہے کہ حساب دوستاں در دل کا زمانہ ابھی یکسر ختم نہیں ہوا ہے، کچھ لوگ ہیں جو اس کو باقی رکھے ہوئے ہیں، ظفر صدیقی کی شاعری کو سمجھنے کے لیے اس مجموعہ میں ڈاکٹر علیم اللہ حالی سابق صدر شعبہ اردو مگدھ یونیورسٹی بودھ گیا کا مضمون ظفر صدیقی میری نظر میں، اور حرف اعجاز پروفیسر منظر اعجاز صدر شعبہ اردو اے این کالج پٹنہ ہر اعتبار سے کافی ہے، پروفیسر منظر اعجاز کا ''حرف اعجاز'' ان کی دوسری تحریروں ہی کی طرح ایجاز کے بجائے اطناب پر مشتمل ہے، انہیں بات کو پھیلانے ہنر آتا ہے، اس مضمون میں بھی انہوں نے اس ہنر کا استعمال بڑی چابک دستی سے کیا ہے اور ظفر صدیقی کی شاعری کے سارے در وبست پر کھل کر کلام کیا ہے۔

ظفر صدیقی کی شاعری کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کا کسی دبستان خاص سے انسلاک نہیں ہے، ان کی شاعری پر تنقید کرتے وقت آپ اسے خالص کلاسیکی، جدیدیت، مابعد جدیدیت اور ترقی پسندی کے خانوں میں سے کسی ایک میں فٹ نہیں کر سکتے، ان کے یہاں کلاسیکی روایت کا پاس بھی ملتا ہے اور عصری حسیت سے بھرپور افکار بھی، وہ مزدوروں کے مسائل پر بھی نگاہ رکھتے ہیں، اور مالداروں کی عیاشی وفحاشی پر بھی، ان تمام موضوعات پر لکھتے وقت انہیں ادب کا پاس رہتا ہے، اس لیے جو بات کہتے ہیں، سلیقہ سے کہتے ہیں، ادب، سلیقہ سے کسی چیز کو پیش کرنے ہی کا نام ہے،

ان کی شاعری میں بلاغت کے لوازمات پورے طور پر پائے جاتے ہیں، وہ اشعار کو معمہ اور چیستاں نہیں بناتے، وہ تشکیلیات کے حوالہ سے ایسے الفاظ نہیں لاتے جس تک قاری کی رسائی دشوار ہو، اور معنی کی تفہیم مشکل ہو کر رہ جائے، وہ تعقید لفظی اور معنوی سے بھی گریز کرتے ہیں، وہ بھاری بھرکم الفاظ لا کر اپنے قاری کو مرعوب کرنا نہیں چاہتے، اس حد تک کہ ڈاکٹر علیم اللہ خالی نے لکھا ہے'' بھی بھی سادگی کی انتہا شعریت کی تخفیف کا دھوکہ دیتی ہے، لیکن جب قاری ان کے اسلوب سے مانوس ہوجاتا ہے تو شعر تاثر کی دولت عطا کر دیتا ہے، ڈاکٹر منظر اعجاز کی رائے ہے کہ ''ظفر صدیقی کھلے ڈلے لفظوں میں اپنے تجربوں کا اظہار کرنے کی طرف ہمیشہ مائل رہے ہیں، ان کی زبان بالعموم علامتی اور استعاراتی نہیں ہے'' ظفر انصاری ظفر کا خیال ہے کہ ''ان کے شعروں میں الجھاؤ نہیں پایا جاتا، الفاظ اتنے سادہ اور عام فہم استعمال کیے گیے ہیں کہ ان کی شاعری سے ہر طبقے کے افراد لطف وانبساط حاصل کر سکتے ہیں۔''

مختصر یہ کہ ''چہرہ بولتا ہے'' کی شاعری میں چہرہ بولے یا نہ بولے، زندگی بولتی، اچھلتی، کودتی، مچلتی نظر آتی ہے، اور زندگی کا یہ رخ کسے پسند نہیں ہے، اس لیے بجا طور پر یہ امید کی جاتی ہے کہ چہرہ بولتا ہے، شعر وادب کی دنیا میں مقبول ہوگا۔ ۳۰۰ روپے ادا کر کے یہ کتاب جسے ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس نے چھاپا ہے، مصنف کے اوپر درج اپنے اور بک امپوریم سبزی باغ پٹنہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ملک کی تعمیر وترقی میں مدارس اسلامیہ کا کردار

مولانا اختر امام عادل قاسمی

آج بعض شوریدہ سروں کی جانب سے یہ سوال اٹھایا جارہا ہے کہ مدارس اسلامیہ نے ملک کو کیا دیا؟ یہ سوال اسی طرح احمقانہ ہے، جیسے کہ کوئی نالائق فرزند اپنے خون جگر سے پالنے والی ماں سے سوال کرے کہ تم نے ہمیں کیا دیا؟ یا زندگی کی ساری توانائیاں نچھاور کردینے والے شوہر سے اس کی بے وفا بیوی دریافت کرے کہ میں تمہارا کیا جانتی ہوں؟ اور جسم وجان کے تمام لہو نچوڑ کر پروان چڑھانے والے مالی سے چمن کا کوئی پھول یہ پوچھے کہ اس چمن کی تعمیر میں تمہارا کیا حصہ ہے؟ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

یہ ملک اگر آج بچا ہوا ہے تو یہ مدرسوں ہی کی دین ہے، ورنہ برطانوی قزاق کب کا اس کو ہڑپ کر چکے تھے اور اس کے خلاف کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں تھی، اس ملک کے اکثر لاچار باشندے اس کے سامنے سرتسلیم خم کر چکے تھے، یہ مدرسہ والوں اور علماء امت ہی کا دل گردہ تھا کہ انگریزی استعمار کے سامنے آئے اور برطانوی سامراج کے خلاف تحریک آزادی شروع کی۔ آزادی ہند کی دوسو سالہ طویل جدوجہد میں سب سے لمبے عرصے تک جس قوم نے اپنی جرأت واستقامت کا مظاہرہ کیا، وہ انہی مدرسوں کے طلبہ اور فضلاء تھے،۔۔۔انگریزی رپورٹ کے مطابق دہلی کے چاندنی چوک سے لاہور تک کی طویل شاہراہ کے ہر درخت پر آزادی کے جن متوالوں کی لاشیں لٹک رہی تھیں ان میں مدرسہ والوں کے علاوہ کوئی دوسرا شریک نہیں تھا۔

جنگ آزادی کے طویل دورانیہ میں سب سے زیادہ جس سخت جان قوم نے اپنی قربانیوں سے اس ملک کو لالہ زار کیا وہ علماء دین کی جماعت تھی، حضرت شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، سید احمد شہید، مولانا اسماعیل شہید، حافظ ضامن شہید مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، اور علماء دیوبند علماء تھانہ بھون، علماء صادق پور پٹنہ سے لے کر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا محمد علی جوہر مولانا ظفر علی خان، مولانا حسرت موہانی، مولانا سید منت اللہ رحمانی، مولانا مظہر الحق اور مولانا ابوالکلام آزاد تک ایک پوری خون آلود زنجیر ہے جس پر علماء کے لہو کے نشانات چمک رہے ہیں۔ ملک کی آزادی میں جن اہل وطن نے حصہ لیا، ان کے ہراول دستہ میں آپ کو یہ علماء نظر آئیں گے، خود بابائے قوم گاندھی جی کو اس جنگ میں شریک کرنے والے یہ علماء ہی تھے اور مہاتما کا خطاب بھی ان کو مدرسہ والوں سے ملا تھا، بمبئی کے ساحل پر ان کے استقبالیہ جلوس کی قیادت بھی اہل مدرسہ نے کی تھی، جب کانگریس اور مسلم لیگ جیسی سیاسی جماعتیں وجود میں آئیں تو ان دونوں کی سرپرستی مسلم امت کی طرف سے علماء ہی نے کی، بہار میں گاندھی جی کے قدم جم نہیں سکتے تھے اگر مولانا مظہر الحق نے ان کا ساتھ نہ دیا ہوتا۔ ملک کے طول وعرض میں سب سے زیادہ ملک کو بچانے کی جس طبقہ نے کوششیں کیں، اسی سے آج کی نسل یہ سوال کررہی ہے کہ تم نے اس ملک کے لئے کیا کیا؟ آج اسی جماعت کو اس ملک کے لئے بوجھ تصور کیا جارہا ہے اور انسانیت کے جن کارخانوں نے ملک کی حفاظت کے لئے سرفروش مجاہدین کی پوری کھیپ تیار کی ان کو آج کے ناقدر شناش بند کردینے کی سازشیں کررہے ہیں؟ علماء نے اس ملک کی خدمت عبادت سمجھ کر کی اس لئے کہ ان کا دین ان کو یہ سکھاتا ہے کہ وطن کی محبت ان کے ایمان کا حصہ ہے، انہوں نے ملک کی آزادی کی تحریک کو بھی عبادت کا درجہ دیا، اس ملک کے اکثر لوگ تحریک آزادی کے آخری ادوار میں شامل ہوئے، ابتدائی اور وسطی دور میں ان کا کوئی سراغ نہیں ملتا بلکہ بہت سے تو وقت کے سامراج کے ساتھ اپنی وفاداریاں نبھانے میں مصروف تھے، جب کہ ان پیچھے آنے والوں میں بھی بہت سے تخت وتاج کی امیدیں لئے اس کارواں میں شریک ہوئے تھے، چنانچہ علماء نے اپنا کام مکمل کرکے آزادی کے بعد پھر اپنی اسی پرانی چٹائیوں پر لوٹ گئے اور درس وتدریس کے اپنے قدیمی مشغلے میں لگ گئے اور ملک وملت کے لئے ایک نسل نو کی تیاری میں منہمک ہوگئے؛ کیوں کہ انہوں نے ملک کو بچانے اور آزاد کرانے کا کام ایک عبادت سمجھ کر کیا تھا، عہدہ ودولت کی طمع لے کر نہیں۔

☆ ملک کی آزادی کے علاوہ اس ملک کی تعمیر میں بھی مدرسہ کے فضلاء نے بنیادی کردار ادا کیا ہے، انہوں نے نہ صرف مدرسے قائم کیے؛ بلکہ اس ملک کی کئی اہم یونیورسیٹیاں علماء کی قائم کردہ ہیں، مشہور زمانہ علی گڑھ مسلم یونیورسیٹی مولانا مملوک علی نانوتوی کے شاگرد اور مولا قاسم نانوتویؒ کے رفیق درس سرسید احمد خان نے قائم کی، جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد مولانا محمد علی جوہر اور حضرت شیخ الہند نے ڈالی، جامعہ عثمانیہ (یونیورسیٹی) حیدرآباد اور مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی پٹنہ کی ساخت وپرداخت میں علماء کا خون جگر شامل ہے، یونیورسیٹیوں کی تاریخ میں مولانا یعقوب نانوتوی (ابتدائی دور)، علامہ مناظر احسن گیلانی، مولانا عبدالباری ندوی اور ڈاکٹر حمید اللہ حیدرآبادی کے روشن ناموں کو بھی مٹایا نہیں جاسکتا، علماء کی ان کوششوں سے اور ان کی تیار کردہ یونیورسیٹیوں سے نہ معلوم اس ملک کو کتنے ہزاروں آئی ایس افسر، ڈاکٹرز، انجینیرس اور ملک وملت کے معمار ملے، جنہوں نے اس ملک کو دنیا کے ترقی پذیر ملکوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔

☆ جمعیہ علماء ہند، امارت شرعیہ، مسلم پرسنل لاء بورڈ اور آل انڈیا ملی کونسل وغیرہ کئی اہم ملی تنظیمیں علماء کی محنتوں کے شاندار نمونے ہیں، جن کے بغیر ہندوستان میں ملت کا تصور نہیں کیا جاسکتا، اس سے قبل حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد علیہ الرحمہ نے بہار میں ایک سیاسی پارٹی قائم کی اور بہار میں اس پارٹی نے اپنی حکومت بنائی، ابھی بھی مسلم علماء کی ایک تعداد پارلیامنٹ اور اسمبلیوں میں موجود ہے۔

☆ اردو جو اس ملک کی؛ بلکہ پوری دنیا کی دوسری سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے، اسی طرح عربی زبان ان کا زیادہ تر انحصار انہی مدارس اسلامیہ پر ہے، انہی مدرسوں سے اردو اور عربی کے لٹریچر بھی تیار ہوتے ہیں اور بولنے اور لکھنے والی ٹیم بھی، آج اکثر سرکاری، یا غیر سرکاری دفاتر یا یونیورسیٹیوں، اداروں یا سفارت خانوں میں اردو یا عربی کے پوسٹ پر اسی (۸۰) فی صد لوگ مدارس ہی کے تیار کردہ ہیں اور اہم بات یہ ہے کہ ان میں اکثریت ان مدارس کی ہے جنہوں نے اپنی بیش بہا خدمات کا حکومت سے کوئی صلہ طلب نہیں کیا اور جن کے بجٹ میں حکومت کا ایک پیسہ شامل نہیں ہے، ایسے بے لوث خادموں کی ایسی فضیحت کی جائے گی پچھلے زمانوں میں بھی سوچا نہیں جاسکتا تھا۔

☆ علماء کی چونکہ منصبی ذمہ داریاں بھی ہیں، وہ اس ملک کی دوسری سب سے بڑی اکثریت کے دینی اور ملی ڈھانچہ کے محافظ ہیں، دنیا کے سب سے معقول اور طاقتور مذہب کی نمائندگی کی ذمہ داریاں بھی ان کے کاندھے پر ہے، اس لئے وہ اپنا وقت عزیز اس متاع گرانمایہ کے تحفظ وتعمیر پر زیادہ خرچ کرتے ہیں، اس لئے کہ اس کی تعمیر وپرداخت کے لئے حکومت یا عام لوگوں کے پاس نہ وقت ہے اور نہ کوئی دلچسپی، جب کہ بحیثیت امت یہی سب سے زیادہ قیمتی چیز ہے، علاوہ مذہبی علوم کا تحفظ مسلمانوں کا مذہبی فریضہ بھی ہے اور آئینی حق بھی اور اس فریضہ کو سب سے بہتر انداز میں صبر وبرداشت کی پوری قوت کے ساتھ علماء کے علاوہ کون انجام دے رہا ہے؟ اور اگر علماء یہ کام نہ کریں اور مدرسے خدانخواستہ بند کردیئے جائیں، تو مسجدوں میں نماز پڑھانے والے ائمہ کہاں سے آئیں گے؟، جنازے کون پڑھائے گا؟ نماز روزہ وغیرہ کے شرعی مسائل کون بتائے گا وغیرہ؟ پھر کیا ہوگا؟ اس ملک کا اور امت مسلمہ کا؟ آپ خود اندازہ کرسکتے ہیں۔

اس طرح کی بے موقعہ بولیاں بولنے والے کتنے احمق ہیں کہ جب ملک کی دوسری جماعتیں مذہبی احیا پرستی کے فروغ میں آگے بڑھ رہی ہیں اور دوسرے مذاہب والے اپنے آئینی حقوق کا استعمال کرنے کے لئے حدود سے آگے تک جانے پر بضد ہیں، ایسے موقعہ پر مسلمانوں کو اپنے مذہبی ادارے اور مدرسے بند کرنے کی دعوت دی جائے؟ اس کو فکر ونظر کا دیوالیہ پن کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ:

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے☆مشرق ومغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

خودکشی کا بڑھتا رجحان

عام طور پر انسان کو سب سے زیادہ عزیز اپنی جان ہوتی ہے؛ اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ جان ہے تو جہاں ہے پیارے؛ لیکن اگر گردشِ حالات کی وجہ سے کسی کی زندگی اجیرن ہوجائے اور وبال جان بن جائے تو پھر وہ بھلا اس کے سوائے اور کیا کہہ سکتا ہے کہ:

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے☆ ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

جب سرنگ کے آخری سرے پر امید کی کوئی روشن کرن دکھائی نہ دے اور نامساعد حالات کا گھیرا تیزی کے ساتھ تنگ ہونا شروع ہوجائے تو ایک عام آدمی کی قوتِ برداشت جواب دینے لگتی ہے اور اسے زندگی سے راہ فرار اختیار کرنے کے علاوہ اور کوئی آپشن نظر نہیں آتا۔ عالمی ادارہ صحت (WHO) کے اعداد وشمار کے مطابق دنیا میں ہر سال ۸/سے دس لاکھ انسان خودکشی کرتے ہیں۔ خودکشی کی یہ شرح فی ایک لاکھ افراد میں 16 فی صد بنتی ہے۔ اس حساب سے دنیا میں ہر 40 سیکنڈز بعد ایک شخص خودکشی کرتا ہے۔ دنیا کی کل اموات میں خودکشی کے باعث ہونے والی اموات کی شرح ایک اعشاریہ آٹھ فی صد ہے۔ ایک سروے کے اس شرح میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔ صرف بھارت اور چین میں پوری دنیا کی خودکشیوں کی 30 فی صد اموات واقع ہورہی ہیں جو کہ بڑی ہولناک شرح ہے۔ انسانی دماغ ہی وہ کارخانہ ہے جہاں سوچ جنم لیتی ہے اور پھر یہی سوچ آگے چل کر خودکشی کا محرک بنتی ہے ایک امید پرست شخص کو آدھا گلاس بھرا ہوا نظر آتا ہے، جب کہ ایک مایوس شخص کو یہی آدھا گلاس خالی دکھائی دیتا ہے۔ پس اصل معاملہ مثبت اور منفی سوچ کا ہے۔ دنیا بھر میں خودکشیوں کے اس سیلابی ریلے پر انتہائی تشویش پائی جاتی ہے اور اس خوفناک شرح کو پبلک ہیلتھ ایشو قرار دیا جارہا ہے۔ اس موضوع پر باقاعدہ ریسرچ کی جارہی ہے اور اس میں فوری کمی لانے کے طریقے تلاش کیے جارہے ہیں، یہ ایک فطری امر بھی ہے؛ کیونکہ انسانی ہمدردی کا تقاضا بھی یہی ہے؛ لیکن بدقسمتی سے وطن عزیز میں اس معاشرتی ایشو پر پردہ ڈالا جارہا ہے، حالانکہ گزشتہ دہائیوں میں ہمارے یہاں خودکشی کے واقعات میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ ہمارا بوسیدہ اور فرسودہ سماجی نظام ہے جو رفتہ رفتہ دم توڑ رہا ہے۔

خودکشی ایک غیر اسلامی اور غیر اخلاقی فعل ہے؛ پاکستان میں معاشرتی اور سرکاری طور پر اس کے اعداد وشمار پر کوئی توجہ ہی نہیں جاتی ہے، حالانکہ اس کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، صرف میڈیا کی خبروں اور این جی اوز کی جمع اور مرتب کی ہوئی معلومات پر ہی انحصار یا اکتفا کرنا پڑتا ہے، انسانی حقوق کے کمیشن کی ایک رپورٹ کے مطابق 2011 میں خودکشی کی کوششوں کی تعداد 1,153 اور خودکشی کی وارداتوں اور خودکشی کی وارداتوں کی تعداد 2,131 ریکارڈ کی گئی۔ ہندوستان میں خودکشی کے واقعات کے اعداد وشمار زیادہ بہتر طور پر مرتب کیے گئے ہیں اور ان کے تجزیے بھی بہتر ہیں۔ 2007 کے ایک مطالعے کے مطابق ان کی سالانہ شرح ایک لاکھ تھی، شمالی ریاستوں کے مقابلے میں جنوبی ریاستوں میں خودکشی کا رجحان زیادہ رہا۔ پاکستان کے مقابلے میں ہندوستان میں خودکشی پر تحقیق کو بہت زیادہ اہمیت دی جارہی ہے اور اس کے رجحانات پر بحث ومباحثہ بھی ہورہا ہے۔ عام مطالعے کے مطابق خودکشی کا رجحان عورتوں کے مقابلے میں مردوں میں زیادہ نمایاں ہے لیکن خودکشی کی کوشش کی شرح خواتین میں مردوں سے زیادہ بلند دیکھی گئی ہے۔ خودکشی کے بنیادی اسباب دو ہیں: مالی مسائل اور خاندانی مسائل، برصغیر پاک وہند میں یہی دو سب سے بڑی وجوہات ہیں، یونان میں مالیاتی مسائل خودکشی کی سب سے بڑی وجہ ہیں جب کہ سائپرس میں بھی کم وبیش یہی صورت حال ہے۔ ہندوستان میں فصلوں کے تباہ ہوجانے کے نتیجے میں کسان بڑی بھاری تعداد میں خودکشی کر بیٹھتے ہیں۔ میڈیا کی خبروں پر مبنی ریکارڈ کے مطابق پاکستان میں لوگ زیادہ تر پھندے سے اپنا گلا گھونٹ کر، خودسوزی کرکے یا زیادہ تعداد میں نشہ آور دوائیں کھا کر خودکشی کرتے ہیں۔ جاپان میں خودکشی کو معاشرتی اعتبار سے ایک اچھا فعل تصور کیا جاتا ہے اور اسے شرم وحیا کی پاسداری کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

صحت کا عالمی ادارہ (WHO) خودکشی کے رجحان پر قابو پانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے اور اس کی زیادہ تر توجہ ترقی پذیر ممالک پر مرکوز ہے۔

ایران-امریکہ کشیدگی اور تیل کا متوقع بحران

مسعود ابدالی

امریکہ کے دفتر خارجہ نے ایران پر سیاسی وسفارتی دباؤ کے لیے ایک منظّم مہم چلانے کا اعلان کیا ہے۔ گزشتہ ماہ سنگاپور میں شمالی کوریا کے رہنما کم جونگ سے ملاقات کے بعد صدر ڈونلڈ ٹرمپ کہہ چکے ہیں کہ ایران پر جو پابندیاں عائد کی جائیں گی وہ دنیا دیکھے گی۔ گزشتہ ہفتے امریکی دفتر خارجہ کے ڈائریکٹر منصوبہ بندی برائن ہک (Brian Hook) نے واشنگٹن میں صحافیوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ ایران کوئی 'عام' یا Normal ملک نہیں کہ عام ملک دہشت گردی کو فروغ نہیں دیتا اور نہ مہلک میزائل دنیا بھر میں بانٹتا پھرتا ہے، چنانچہ اس غیر معمولی ملک پر غیر معمولی دباؤ ضروری ہے۔ ایران پر دباؤ کو انھوں نے Snap - back حکمت عملی کہا جو فٹ بال میں گیند کو جھپٹ کر چھیننے اور پیچھے موجود کھلاڑی کی طرف پھینکنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ دفتر خارجہ کے ڈائریکٹر نے وضاحت کی کہ امریکہ کو تہران میں حکومت کی تبدیلی سے کوئی دلچسپی نہیں بلکہ وہ ایرانی حکمرانوں کا رویہ تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ مسٹر برائن ہک کے مطابق اس نئی حکمت عملی کا آغاز 4 اگست کو ہوگا جب ایران سے باہر بھیجی جانے والی ہلکی کاروں، موٹر سائیکلوں، سونا اور دوسری برآمدات کو ہدف بنایا جائے گا جس کے بعد دوسرے Snap-back حملے میں نومبر تک اس کی تیل کی برآمدات کو صفر کردینے کے ساتھ عبرت ناک قدغنیں عائد کرکے بینک ملی ایران (اسٹیٹ بینک) کو مفلوج کردیا جائے گا۔ ان کا کہنا تھا کہ تیل کی خریداری روکنے کے لیے صدر ٹرمپ اپنے اتحادیوں سے رابطے میں ہیں اور وہ اگلے ہفتے برطانیہ، فرانس اور جرمنی کے سربراہوں سے خود ملاقات کریں گے۔ دوسری طرف امریکی وزارتِ خزانہ کے حکام اپنے خلیجی حلیفوں سے مل کر ایرانی تیل کے خریداروں کو تہران سے تجارتی تعلقات توڑ لینے پر آمادہ کررہے ہیں۔ مشرق وسطیٰ کے ساتھ ایشیا اور افریقی ممالک کو بھی اس ''کارِخیر'' میں شامل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ مسٹر ہک کو یقین ہے کہ پابندیوں کا شکنجہ کس جانے پر ایران کے لیے نئے جوہری معاہدے پر آمادگی کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔

صدر ٹرمپ کو ایران کے جوہری ومیزائل پروگرام پر سخت اعتراض ہے اور وہ اپنی انتخابی مہم کے دوران ایران جوہری معاہدے کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے رہے ہیں۔ انھوں نے تہران کے جوہری پروگرام کو اسرائیل کی سلامتی کے لیے خطرہ قرار دیا تھا۔ صدر ٹرمپ کا خیال ہے کہ ایرانیوں نے صدر اوباما کو بے وقوف بناکر 2015ء میں جوہری پروگرام ختم کرنے کا ایک جعلی معاہدہ کیا، جس کے نتیجے میں ایران پر عائد معاشی پابندیاں ختم کردی گئیں۔ 2015ء میں ہونے والا یہ معاہدہ Joint Comprehensive Plan of Action یا JCPOA کہلاتا ہے جو ایرانی جوہری معاہدے کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدے پر سلامتی کونسل کے مستقل ارکان یعنی امریکہ، برطانیہ، فرانس، روس اور چین کے علاوہ جرمنی اور یورپی یونین نے دستخط کیے تھے۔ معاہدے کو عالمی جوہری کمیشن (IAEC) کی سہ ماہی تصدیق سے مشروط کیا گیا ہے۔ IAEC اب تک ایرانی جوہری تنصیبات کے 10 معائنے کرچکا ہے اور ہر بار اس کی رپورٹ میں اس بات کی تصدیق کی گئی کہ ایران جوہری معاہدے پر مخلصانہ عمل درآمد کررہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دو ماہ پہلے تک امریکہ سمیت تمام فریق اس معاہدے کی توثیق کرتے چلے آئے ہیں، تاہم 8 مئی کو اپنی نشری تقریر میں صدر ٹرمپ نے اس معاہدے سے علیحدہ ہونے کا اعلان کردیا، اور اب وہ اس بات پر مُصر ہیں کہ ایران پر دوبارہ وہی پابندیاں عائد کردی جائیں جو Roll-back کے اس معاہدے سے پہلے اس پر لگائی گئی تھیں۔ صدر ٹرمپ کا کہنا ہے کہ ایک آمرانہ حکومت ایرانی عوام کے سروں پر مسلط ہے جو 1979ء کے شدت پسند اسلامی انقلاب کا تسلسل ہے۔ ملّاؤں کی یہ حکومت مذہبی انتہا پسندی اور عدم رواداری کی راہ پر گامزن ہے۔ صدر ٹرمپ نے کہا کہ ایران یمن میں دہشت گردی کی سرپرستی کررہا ہے۔ ایران حزب اللہ، حماس اور القاعدہ کا پشتی بان ہے اور 'مرگ برامریکہ ومرگ براسرائیل' ایران کا قومی نعرہ ہے۔ شام میں بشارالاسد کی حکومت کی مدد کے علاوہ ایران عراق اور افغانستان میں بھی شدت پسندی، دہشت گردی اور فرقہ واریت کو فروغ دے رہا ہے۔ امریکی صدر نے الزام لگایا کہ ایران درپردہ (proxy) لڑائیوں کی سرپرستی کے ذریعے علاقے میں عدم استحکام پھیلا رہا ہے جس کی وجہ سے تہران علاقائی اور بین الاقوامی امن اور سیکورٹی کے لیے مستقل خطرہ بنا ہوا ہے۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب شمالی کوریا سے صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے عشق کا آغاز نہیں ہوا تھا، چنانچہ انھوں نے تہران کے خلاف فردِ جرم میں یہ الزام بھی درج کردیا کہ ایرانی حکومت شمالی کوریا کو مالی مدد فراہم کررہی ہے۔ صدر ٹرمپ نے اپنے مخصوص متکبرانہ لہجے میں کہا کہ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ ایران کبھی بھی جوہری ہتھیار تیار یا حاصل نہ کرسکے تہران پر عبرت ناک پابندیاں عائد کی جائیں گی۔

امریکہ کی جانب سے ایران جوہری معاہدے کی عدم توثیق پر اُس کے یورپی اتحادیوں کا شدید ردعمل سامنے آیا۔ ان رہنماؤں کا خیال ہے کہ معاہدہ جوہری عدم پھیلاؤ کا ایک ستون ہے جسے ختم کرنے سے عالمی امن خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ صدر ٹرمپ نے اپنے حلیفوں کے موقف کو یکسر مسترد کرتے ہوئے امریکی کانگریس سے مطالبہ کیا کہ ایران پر پابندیاں عائد کرنے کے لیے مناسب قانون سازی کی جائے، لیکن امریکی قانون سازوں نے اُن کی بات پر کوئی توجہ نہ دی۔ سابق امریکی وزیر خارجہ اور ڈیموکریٹک پارٹی کے رہنما جان کیری نے کہا کہ صدر ٹرمپ جوہری معاہدے کی عدم تصدیق سے بین الاقوامی بحران پیدا کررہے ہیں جس سے دنیا کا امن خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ امریکی کانگریس کی جانب سے مایوس ہوکر صدر ٹرمپ اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ایران پر پابندیاں عائد کررہے ہیں اور دفتر خارجہ کی جانب سے Snap- back حکمت عملی کا اعلان اسی جانب ایک قدم ہے۔ گزشتہ دنوں صدر ٹرمپ نے یورپی یونین، نیٹو اور اپنے دوسرے حلیفوں کے نام اپنے خط میں اُن سے درخواست کی کہ ایران سے خام تیل کی خریداری روک دی جائے، اور اس سلسلے میں 4 نومبر کا ہدف مقرر کیا گیا ہے۔ ایرانی تیل کا سب سے بڑا خریدار ہندوستان ہے، لہٰذا مودی جی کو منانے کے لیے اقوام متحدہ میں امریکہ کی سفیر شریمتی نمرتا رندھاوا المعروف نکی ہیلی دِلّی آئیں جہاں انھوں نے ہندی وزیراعظم کے علاوہ لوک سبھا کے پارلیمانی قائدین سے بھی ملاقاتیں کیں۔ سفیر صاحبہ کے والدین کا تعلق ہندوستانی پنجاب کے سکھ گھرانے سے ہے۔ اب شریمتی جی مسیحی مذہب اختیار کرچکی ہیں۔ امریکی صحافتی ذرائع کے مطابق ہندوستان اس شرط پر ایرانی تیل کی خریداری منسوخ کرنے پر راضی ہوگیا ہے کہ ایرانی بندرگاہ چاہ بہار پر جاری ہندوستانی منصوبوں پر امریکہ کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔ دوسری طرف ترک حکومت نے ایران کے بائیکاٹ کی تجویز یہ کہہ کر مسترد کردی کہ مطالبہ ترکی کے مفاد میں نہیں، اور اس قسم کے یک طرفہ ومن مانے فیصلوں سے علاقے میں کشیدگی بڑھے گی۔ فی الوقت امریکہ واسرائیل کے مقابلے میں تقریباً ساری دنیا تہران کی پشت پر ہے اور صدر ٹرمپ اور اُن کے اسرائیلی دوستوں کو تنہائی کا سامنا ہے۔

امریکہ کی جانب سے پابندیوں کے بعد ایران نے جارحانہ سفارتی مہم کا آغاز کردیا ہے۔ ایرانی صدر حسن روحانی نے گزشتہ ہفتے امریکہ کے سوا JCPOA کے دوسرے دستخط کنندگان سے فون پر گفتگو کی اور کہا کہ تہران کو توقع ہے کہ امریکہ کی بدعہدی سے پہنچنے والے نقصان کا ازالہ کیا جائے گا۔ 6 جون کو ایران کے وزیر خارجہ جاوید ظریف کی دعوت پر برطانیہ، فرانس، جرمنی، چین، روس اور یورپی یونین کے وزرائے خارجہ امریکہ کی جانب سے پابندیوں کا جائزہ لینے کے لیے آسٹریا کے دارالحکومت ویانا میں جمع ہوئے۔ اجلاس کی صدارت یورپی یونین کی سربراہ برائے خارجہ امور فیڈریکا موغیرینی نے کی۔ محترمہ موغیرنی کی درخواست پر IAEC کے ترجمان نے آخری جوہری معائنے کا خلاصہ پیش کیا جس کے مطابق ایران کی جانب سے معاہدے کی کسی بھی خلاف ورزی کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ اجلاس میں ایرانی وزیر خارجہ نے مطالبہ کیا کہ امریکی پابندیوں کے توڑ کے لیے معاہدے کے دوسرے فریق ایرانی تیل اور دوسری مصنوعات پر درآمدی محصولات میں خصوصی چھوٹ کا اعلان کریں اور ایران میں قومی سرمایہ کاری کے حجم کو بڑھائیں۔ ایرانی وزیر خارجہ کا مطالبہ تھا کہ ان منصوبوں کا اعلان صدر ٹرمپ کی جانب سے پابندیاں سخت کردینے کے 4 نومبر کے ہدف سے پہلے کیا جائے۔ وزراء کے اجلاس میں ایرانی وزیر خارجہ نے دھمکی دی کہ اگر امریکہ کے بائیکاٹ سے پہنچنے والے نقصانات کا ازالہ نہ کیا گیا تو تہران کے پاس JCPOA سے دست بردار ہونے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔ ویانا اجلاس میں شریک تمام ممالک نے امریکی بائیکاٹ کے ازالے کے لیے ایران کو مدد کی یقین دہانی کرائی، تاہم نومبر سے پہلے کسی ٹھوس پیکیج کے اعلان کو قبل از وقت قرار دیا۔ فرانس کے وزیر خارجہ جین ڈیرین (Jean-Yves Le Drian) نے کہا کہ 4 اگست سے پہلے کچھ مراعات کا اعلان کیا جائے گا اور امریکی پابندیوں کو دیکھتے ہوئے نومبر تک ترغیبات میں مزید اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی کے ساتھ فرانسیسی وزیر خارجہ نے اپنے ایرانی ہم منصب سے درخواست کی کہ وہ صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے معاہدے سے دست برداری کی دھمکی نہ دیں کہ کوئی بھی ملک کسی بھی قسم کے بلیک میل کو پسند نہیں کرتا۔ جرمن وزیر خارجہ ہائیکو ماس (Heiko Maas) نے کہا کہ امریکی کمپنیوں کے بائیکاٹ کا مکمل ازالہ یورپی اقوام کے لیے ممکن نہیں، تاہم ایران کو تنہا نہیں چھوڑا جائے گا۔

ایران کے لیے یورپی ممالک کی یقین دہانیاں حوصلہ افزا ہیں، تاہم ڈالر کی حکمرانی کی بنا پر بین الاقوامی تجارت امریکی بینکوں اور وزارتِ خزانہ کے زیراثر ہے۔ واشنگٹن کثیرالقومی کمپنیوں کو ڈرا رہا ہے جس کے نتیجے میں کئی اداروں نے ایران سے اپنے تجارتی تعلقات پر نظرثانی کا آغاز کردیا ہے۔ امریکی کمپنی GE نے گیس ٹربائن کے منصوبے منسوخ کردیئے ہیں، جبکہ اس کے ذیلی ادارے بیکر ہیوز نے بھی ایران سے اپنی دکان بڑھا دینے کا اعلان کیا ہے۔ دنیا میں تیل وگیس کی سب سے بڑی خدمت رساں کمپنی شلمبرژے (Schlumberger) نے ایران میں اپنا کاروبار لپیٹنا شروع کردیا ہے۔ تہران کو سب سے بڑا دھچکہ فرانسیسی تیل کمپنی ٹوٹل (TOTAL) کے اس فیصلے سے پہنچا جس کے مطابق وہ ایران کی جنوبی پارس گیس فیلڈ میں نئی سرمایہ کاری نہیں کرے گی۔ خلیج فارس کی تہ میں ابلتے گیس کے یہ چشمے اپنے حجم کے اعتبار سے دنیا کے چند عظیم ترین ذخائر میں شمار ہوتے ہیں، اور ایرانی حکومت نے انتہائی پُرکشش شرائط پر ان میدانوں سے گیس نکالنے کا ٹھیکہ 'ٹوٹل' کو دیا تھا۔ امریکہ کی جانب سے ایرانی معیشت کی مکمل بربادی کے عزم کی بنا پر سفارتی کوششوں کے ساتھ تہران عسکری پنجہ آزمائی پر بھی تیار نظر آرہا ہے۔ گزشتہ دنوں صدر روحانی نے کہا کہ اگر ہمارے تیل پر پابندی لگائی گئی تو آبنائے ہرمز محفوظ نہیں رہ سکے گی۔ 29 میل چوڑی آبنائے ہرمز، خلیجِ فارس کو خلیج اومان کے راستے بحرعرب سے ملاتی ہے۔ خلیج فارس سے کھلے سمندروں کی طرف آنے کا واحد راستہ اسی آبی شاہراہ سے گزرتا ہے جسے فارسی میں تنگہِ ہرمز کہتے ہیں۔ روزانہ 1 کروڑ 70 لاکھ بیرل خلیجی تیل سے لدے دیوقامت ٹینکر آبنائے ہرمز عبور کرکے کھلے سمندر میں داخل ہوتے ہیں جو دنیا بھر کے تیل کا 20 فیصد ہے۔ ایرانی صدر کا کہنا ہے کہ اگر بازار کے دروازے ایرانی تیل پر بند ہوئے تو پھر آبنائے ہرمز سے ایک بوند تیل نہیں گزر سکے گا۔ اس دھمکی پر امریکہ نے شدید ردعمل کا اظہار کیا اور امریکی فوج کی مرکزی کمان (CENTCOM) نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ امریکی فوج آبنائے ہرمز کو کھلا رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور کلیدی اہمیت کی اس آبی گزرگاہ کو کسی قیمت پر بند نہیں کرنے دیا جائے گا۔ امریکہ کی مضبوط بحریہ کا مقابلہ ایران کے بس کی بات نہیں لیکن فائرنگ اور چھاپہ مار بحری جنگ کے ذریعے ایران یہاں سے گزرنے والے جہازوں کے لیے مشکلات پیدا کرسکتا ہے، جس سے نہ صرف ٹینکروں کی انشورنس اور دوسرے مواصلاتی اخراجات میں بھاری اضافہ ہوجائے گا بلکہ گزرگاہ میں ایک آدھ ٹینکر کے غرقاب ہونے سے جہازوں کی نقل وحمل میں عارضی تعطل بھی خارج ازامکان نہیں۔ ایران عراق جنگ کے دوران یہاں ٹینکروں پر خوفناک حملے ہوچکے ہیں۔ آبنائے ہرمز کی ممکنہ مخدوش صورتِ حال کی بنا پر سعودی عرب نے اپنے تیل کی بحراحمر کے ذریعے جزوی ترسیل کا بندوبست کررکھا ہے، لیکن بحراحمر کا راستہ یمن کے ساحلوں کو چھوتا آبنائے باب المندب سے گزرتا ہے، اور اس بحری گزرگاہ کو یمن کے ایران نواز حوثی چھاپہ مار نشانہ بناسکتے ہیں۔ انھی خدشات کی بنا پر پیداوار بڑھنے کے باوجود تیل کی قیمتوں میں برابر اضافہ ہورہا ہے۔ گزشتہ دو ہفتوں میں تیل کی قیمتیں 62 سے بڑھ کر 74 ڈالر فی بیرل ہوگئیں۔ کشیدگی جاری رہی تو قیمتوں میں اضافے کا رجحان برقرار رہے گا۔ تیل کے متوقع بحران سے پاکستان جیسے ملکوں کے لیے شدید مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں جنھیں کرنسی کی قدر میں زوال کی بنا پر پہلے ہی مہنگائی کے طوفان کا سامنا ہے۔ (بشکریہ دعوت دہلی)

مطلقہ خواتین کی معاشی ومعاشرتی زندگی

بشریٰ ناہید

اسلام نے عورت کو ہر رشتہ میں معزز مقام عطا کیا ہے، چاہے وہ رشتہ ماں کی صورت میں ہو، یا بیٹی کی، بہن کی شکل میں ہو، یا بیوی کی، کوئی بھی رشتہ ہو، مرد کا تحفظ عورت کو حاصل ہوتا ہے اور ہر حالت میں ہوتا ہے، کنواری ہو، یا شادی شدہ، طلاق یافتہ ہو، یا بیوہ۔۔۔۔۔۔ مطلقہ کے مسائل کو لے کر ہندوستانی سماج بڑا فکر مند نظر آتا ہے، بالخصوص اسلام دشمن طاقتیں وقفہ وقفہ سے طلاق یافتہ خواتین کے مسائل کو ہدف بنا کر اسلام کو نشانہ بنانے کی کوشش کرتی رہتی ہیں اور کچھ ہماری کمزوریاں ان کو ہوا دینے کا کام کرتی ہے، چند سالوں سے طلاق کے واقعات میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے، اس طرح کی رائے عام ہورہی ہے، جبکہ طلاق ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے، یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی ہوتی رہی، صحابہ کرام کے دور میں بھی اور ہر زمانے میں ہوتی رہی، کمی وزیادتی کے تناسب سے فرق اتنا ہے کہ پہلے اتنا چرچا نہیں ہوتا تھا، کوئی خبر دوسرے شہر میں پہنچنے تک بہت پرانی ہوجاتی تھی؛ اس لیے لوگ ان پر تبصرے اور مباحثہ بھی نہیں کرتے تھے، یہی فرق ماضی اور حال میں ہے، پرنٹ والیکٹرانک میڈیا نے پوری دنیا کو سمیٹ لیا ہے، کوئی واقعہ رونما ہوا کہ منٹوں میں خبریں نشر ہوجاتی ہیں۔

بہرحال اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ گذشتہ چند سالوں میں طلاق کی شرح میں اضافہ ہوا ہے اور زیادہ تر طلاق کی مانگ خود بیوی کی طرف سے ہورہی ہے، تامل ناڈو کی خواتین نے ہائی کورٹ میں RTI داخل کیا تو معلوم ہوا کہ تقریباً 90 فیصد طلاق کا مطالبہ خود خواتین کی جانب سے ہوتا ہے۔ طلاق کے اسباب پر غور کیا جائے تو اکثر طلاق ان باتوں سے واقع ہوتی ہیں، جیسے میاں بیوی کا ایک دوسرے کے معیار پر پورا نہ اُترنا، فریقین کا ایک دوسرے کے تئیں فرائض کی ادائیگی سے زیادہ حقوق کا مطالبہ کرنا، شکوک وشبہات، بے پردگی، بیوی کا محرم ونامحرم رشتوں کے حدود کا نادانستہ طور پر خیال نہ رکھنا، شوہر بیوی کے رشتہ کی اہمیت کا عدم احساس، انا پرستی، میکہ والوں کی بے جا مداخلت، حکومتی قوانین کا غیر متوازن ہونا، ذمہ داریوں سے فرار، فریقین کے رشتہ داروں کا بروقت ان کے مسائل کو حل نہ کرنا، کانسلنگ وغیرہ کے ذریعہ بیوی کا شوہر کے اختیارات میں مداخلت کرنا مثلاً: کاروبار، معاش، وراثت، یا شوہر کے رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی میں داخل اندازی کرنا، میکہ میں چھوٹی چھوٹی باتیں بذریعہ فون کے بتاتے رہنا، سسرالی رشتہ داروں سے عناد رکھنا، آرام پسندی وغیرہ۔

درج بالا وجوہات کی روشنی میں غور کریں تو محسوس ہوتا ہے کہ اکثر والدین اور خود اولاد نے شادی کو گڑا گڑی کا کھیل سمجھ لیا ہے؛ یعنی معمولی تکالیف کو برداشت کرنے کے بجائے فوراً طلاق کا فیصلہ لینے تیار ہوجانا، یہ بات درست ہے کہ طلاق یافتہ ہونا کوئی عیب کی بات نہیں ہے؛ لیکن اسلام میں جائز چیزوں میں سب سے مکروہ طلاق کو سمجھا گیا ہے؛ اس لیے حتی الامکان زوجین نے اپنی جانب سے نباہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰٓ ان تَكْرَهُوا۟ شَيْـًٔا وَيَجْعَلَ ٱللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴾ (سورہ النساء:۱۹) (اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو، مگر اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔)

اگر خلوص نیت کے ساتھ یہ کوشش ہو تو بہت سے جوڑے اچھی زندگی بسر کرسکتے ہیں؛ لیکن کوشش کے باوجود نباہ نہ ہورہا ہو تو طلاق کے ذریعہ علیحدگی میں ہی بہتری ہے اور یہ کوئی عیب نہیں، خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کی طلاق ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ نے بھی اپنی بیوی حضرت زینبؓ کو طلاق دی تھی اور اس طلاق کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ سے نکاح فرمایا۔

اسلام نے انتہائی حالت میں طلاق کی اجازت دے کر گویا میاں بیوی کے لیے زندگی گزارنے کے لیے دوسری راہ اختیار کرنے کی گنجائش رکھی ہے؛ لیکن اس کو ہندوستانی مسلمانوں نے یہاں کی دیگر اقوام کی تہذیب کی طرح انتہائی مذموم فعل، کلنگ، خاندان کے نام پر دھبہ گمان کرنا شروع کردیا ہے۔ ہندوانہ رواج کے مطابق شادی ایک مرد سے ہوتی ہے تو وہ مرد اس عورت کا جنم جنم ہی نہیں سات جنموں کا شوہر ہوتا ہے اور ان کی شادی کا یہ بندھن ٹوٹنے والا نہیں ہوتا۔ اگر شوہر مر بھی جائے تو بیوہ کی دوسری شادی نہیں کروائی جاسکتی؛ اس لیے ان کے پاس طلاق اور دوسری شادی کا تصور ہی نہیں، یہ ہی اثرات ہندوستانی مسلمانوں پر پڑے ہیں، طلاق کو عورت پر ظلم بتا کر اسلامی قوانین کے خلاف مرد سے نان ونفقہ کی حقدار ٹھہرایا جاتا ہے، جبکہ اسلامی تعلیمات کی رو سے طلاق شدہ عورت ایام عدت گزارنے کے بعد اس کے باپ کی ذمہ داری ہے، اگر باپ حیات نہ ہو تو بھائی وہ بھی نہ ہو تو چاچا یا کوئی قریبی رشتہ دار کو اس کی کفالت کی ذمہ داری اٹھائے گا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو یہ نہ بتادوں کہ افضل صدقہ کیا ہے؟ اس بیٹی پر صدقہ کرنا ہے، جو تمہاری طرف مطلقہ، یا بیوہ ہونے کے سبب واپس لوٹ آئی اور تمہارے سوا کوئی اس کا نہ ہو۔ (ابن ماجہ عن سراقہ بن مالک)

اسلام نے عورت کو کسی حال میں بے یا ومددگار نہیں چھوڑا ہے، اس پر معاش کی ذمہ داری نہیں ڈالی اور اس کی دیکھ بھال اور خبر گیری کرنے پر مرد کو اجر کا مستحق ٹھہرایا۔ اکثر طلاق کے بعد طلاق یافتہ عورت کے تعلق سے اس کے محرم رشتہ کوتاہی برتتے ہیں، جس کی وجہ سے بات عدالتوں تک پہنچ جاتی ہے اور مخالفین کو انگلیاں اٹھانے کا موقع مل جاتا ہے، مطلقہ پر اس کے محرم رشتے دار خرچ کرتے ہیں تو یہ کوئی احسان نہیں؛ بلکہ یہ ان کا فرض ہے، ان کی ذمہ داری ہے، اس کی ادائیگی پر اجر ہے اور عدم ادائیگی پر باز پرس؛ لیکن بعض گھرانوں میں ان اسلامی احکامات پر عمل آوری نہ ہونے کی وجہ سے مطلقہ کو مصیبتوں کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہندوانہ تہذیب کی دیکھادیکھی ایسی عورت کو منحوس سمجھنا، خاندان کے لیے باعث عار، اضافی بوجھ، دوسری شادی کے لائق نہ جاننا وغیرہ خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں، جس کے باعث یہ اپنے ہی میکہ میں بے وقعت ہوکر رہ جاتی ہے، خاندان اور سماج کے لوگ بھی اسے عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے، یوں ایک عورت طلاق کے باعث پروقار زندگی سے محروم ہوجاتی ہے۔

اسلام وہ آفاقی مذہب ہے، جو عورت کو نصف انسانیت قرار دیتا ہے، اسلام کے ماننے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے میں مطلقہ عورت کو باعزت جینے کا حق دلائیں، جس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے دور میں مطلقہ ہونا کوئی بہت بڑا مسئلہ نہیں تھا۔ فوراً اس کے ساتھ کوئی بھی مرد نکاح کرنے کے لیے تیار ہوجاتا تھا۔

آج مطلقہ اور بیوہ کے مسائل کو اسی طرح نکاح کے ذریعہ حل کرنے کی ضرورت ہے۔ مطلقہ کے معاشی مسائل کے حل کے لیے اس کی قابلیت وصلاحیت کی مناسبت سے روزگار فراہم کیا جاسکتا ہے وراثت میں حصہ دار بنایا جائے، اس طرح وہ معاشی طور پر مستحکم ہوگی اور پھر اس کی دوبارہ شادی کے لیے مناسب رشتہ دار تلاش کرکے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوجائیں۔

عام طور پر مطلقہ اور بیوہ کے گھر والے اس کا دوسرا گھر بسانے کی کوشش کرتے بھی ہیں تو خود مذکورہ خاتون اس کے لیے تیار نہیں ہوتی، بعد میں پچھتاتی ہے، شاید اس کے انکار کے پیچھے جو سوچ کارفرما ہوتی ہے، اس کے لیے مسلم معاشرہ ہی ذمہ دار ہوسکتا ہے؛ یعنی بیوہ اور طلاق شدہ کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھنا، ان کی دوسری شادی کو بے شرمی پر محمول کرنا، کسی مرد کی ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری بیوی بننے کو پہلی پر ظلم قرار دینا، مرد کے نکاحِ ثانی کو ہوس پرستی، یا بے حیائی سمجھا جانا، جس کی وجہ سے مطلقہ اور بیوہ کے ساتھ نکاحِ ثانی سے بہت سے مرد رک جاتے ہیں، اگرچہ کہ وہ ثواب کی نیت سے بھی یہ نیکی کرنا چاہتے ہوں؛ لیکن معاشرے کا خوف آڑے آتا ہے، بعض اوقات مرد بیوہ، یا مطلقہ سے نکاح کر بھی لیتے ہیں؛ لیکن اس کو رشتہ داروں سے پوشیدہ رکھتے ہیں، گویا کہ انہوں نے کوئی ناجائز فعل انجام دیا ہے۔

مسلم معاشرے کی یہی سوچ رہی تو مطلقہ و بیوہ خواتین دوبارہ ازدواجی زندگی کا سکون حاصل کرنے سے محروم رہیں گی؛ کیوں کہ اس طرح کی خواتین سے کنوارے لڑکے تو نکاح کرنے سے رہے، اگر کیے بھی تو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ عموماً لڑکوں کو کم سن اور حسین وجمیل لڑکی سے شادی کرنے کی خواہش ہوتی ہے۔

بس ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم معاشرہ کی سوچ وتہذیب وطریقہ پوری طرح اسلامی ہو، ایسی خواتین بھی نکاح کے لیے آمادہ ہوں تو باطل طاقتوں کو اسلام پر حرف اٹھانے کا اور کسی خاتون کے معاملے کو میڈیا میں اچھالنے کا موقع نہیں ملے گا اور ہماری بہنیں بھی کسی محرومی، کسمپرسی کے بغیر باوقار زندگی جینے لگیں گی۔

امریکہ اور یورپ شدید بحران میں

محبوب احمد

امریکا اور یورپ میں حالیہ برسوں سے شروع ہونے والا معاشی بحران دنیا کو متاثر کیے بغیر نہیں رہ سکا۔ یہی وجہ ہے کہ معاشی بحران کے اثرات اس تیزی سے پھیل رہے ہیں کہ جہاں امریکا کا سوویت یونین کی طرح شیرازہ بکھر رہا ہے وہیں یورپ میں بھی علاحدگی کی تحریکیں جنم لے رہی ہیں۔ دنیا کو درپیش خراب اقتصادی صورتحال نے قومیتوں کے پرانے تصور کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ امریکی مالیاتی بحران کے بعد یورپ کو بھی خاصے مشکل معاشی حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ کی اپنے مذموم مقاصد اور مفادات کے حصول کے لیے توسیع پسندانہ اور جنگجویانہ پالیسیاں امریکی معیشت کے لیے زہر قاتل ثابت ہورہی ہیں۔ اس معاشی بحران کے اثرات امریکی ریاستوں ہی پر نہیں بلکہ ترقی پذیر ممالک پر بھی پڑ رہے ہیں۔ گزشتہ عشروں سے امریکا بیرونی ممالک سے سرمائے کے حصول اور دوسروں کو منافع ادا کرنے کے ذریعے اپنی معیشت چلانے میں کامیاب رہا ہے، تاہم پیدا ہونے والے رخنے سے اب یہ ملک جمود کے خطرناک دور میں داخل ہوتا جارہا ہے۔

امریکا میں علاحدگی پسند تحریکوں کا زور شدت اختیار کرتا جارہا ہے۔ ماہرین کے نزدیک خود کو سپر پاور کہلانے والے امریکا کے لیے اب اپنا وجود برقرار رکھنا آئے دن مشکل ہوتا جارہا ہے، یہ سوال اب زبان زد عام ہے کہ عالمی افق پر اقتدار کا خواب دیکھنے والا امریکا بھی کیا سوویت یونین کی طرح ٹوٹ جائے گا؟ ٹرمپ کی کامیابی کے بعد سے اب تک امریکی عوام میں علاحدگی پسند جذبات جنم لے رہے ہیں۔

۲۵؍سے زائد امریکی ریاستیں متحدہ امریکا سے علاحدگی کی درخواست دے چکی ہیں اور دن بدن اس میں اضافہ دکھائی دے رہا ہے۔ پرامن علاحدگی کا مطالبہ کرنے والی ریاستوں میں لوزیانا، ٹیکساس، مونٹانا، شمالی ڈکوٹا، انڈیانا، میسی سپی، کینٹکی، شمالی کیرولائنا، الباما، فلوریڈا، جارجیا، نیوجرسی، کولوراڈو، اوریگون، جنوبی کیرولائنا، ٹین ینسی مشی گن میسوری، نیویارک اور آرکنساس وغیرہ سرفہرست ہیں۔

امریکی ریاست ورمانٹ جو شمال مشرق کے نیوانگلینڈ ریجن میں واقع ہے وہاں کے عوام نے دی سیکنڈ ورمانٹ ری پبلک کے نام سے امریکا میں آزادی کا پرچم بلند کر رکھا ہے۔ کاسکاڈین کے عوام بھی امریکا سے علاحدگی کے لیے بے تاب ہیں، ماہرین اب یہ پیش گوئی کررہے ہیں کہ امریکا کا زوال اصل میں شروع ہوچکا ہے اور اس کے پاس اب کسی کو دینے کے لیے کچھ بھی نہیں۔ سرمایہ داری کے تضادات بہت گہرے ہیں۔ ہر ملنے والی مہلت آنے والے برے دنوں کو محض ملتوی کرتی ہے؛ لیکن اس سے وقت آنے پر ٹکر مزید بھیانک ہوگی۔ امریکا کا اقتصادی تسلط اب روز بروز ختم ہوتا چلا جارہا ہے اور اب معاشی سدھار میں ایک لمبا عرصہ لگے گا؛ کیونکہ اس کے ذمے قرضے اربوں میں نہیں؛ بلکہ کھربوں میں ہیں اور قرضے ماضی کے قرضوں کی نسبت بہت خطرناک اور امریکی زوال کی ایک بڑی وجہ بن سکتے ہیں۔ یورپ کے بیشتر ممالک کے عوام اور ٹریڈ یونینز ملازمتوں کی ابتر صورتحال اور کفایت شعاری کی تدابیر پر عمل کے خلاف سراپا احتجاج ہیں۔ ۲۰۱۰ء میں یوروزون میں شامل ۵؍ریاستوں نے یورپی یونین سے مالی امداد طلب کی تھی ان میں سے ۴؍ممالک یونان، آئرلینڈ، پرتگال اور قبرص کی طرف سے فوری طور پر مالیاتی امداد کی درخواست بھی موصول ہوئی، جبکہ اسپین نے محدود پیمانے پر مالی معاونت حاصل کی۔ ان ریاستوں کو یورپی یونین، یورپی مرکزی بینک اور انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ کی جانب سے مخصوص مگر سخت شرائط کی بنیاد پر اربوں ڈالر فراہم کیے گئے اور ان کی نگرانی کا بیڑہ ہی قرض دہندہ اداروں نے اٹھایا، اس وقت یونان اور قبرص کی معیشت ۳؍بین الاقوامی اداروں کی بیساکھیوں پر کھڑی ہے۔ (بقیہ صفحہ ۸؍پر)

اسلام اور شعائر دین کا تحفظ امارت شرعیہ کا بنیادی مقصد: حضرت امیر شریعت

امارت شرعیہ کی مجلس عاملہ کی میٹنگ میں کئی اہم ملی و ملکی مسائل پر تبادلۂ خیال

امارت شرعیہ پھلواری شریف کی مجلس عاملہ کی ایک اہم میٹنگ آج مورخہ ۲۳؍ جولائی ۲۰۱۸ء مطابق ۹؍ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ روز سوموار کو میٹنگ روم امارت شرعیہ میں امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ کی صدارت میں منعقد ہوئی، جس میں کئی اہم ملی مسائل پر تبادلۂ خیال ہوا اور تجاویز پاس ہوئیں۔ میٹنگ نے فیصلہ کیا کہ شعبۂ تنظیم امارت شرعیہ کے تحت نقباء امارت شرعیہ کے ہر سال کم از کم چھ اضلاع میں اجلاس منعقد کیے جائیں، جس میں ملی اور ملکی مسائل سے انہیں واقف کرایا جائے، نیز امارت شرعیہ کا واضح تعارف اور پیغام سے بھی ان کو روشناس کرایا جائے، نیز انہیں ان کی ذمہ داریاں بھی یاد دلائی جائیں۔ رویت ہلال کے مسئلہ پر بھی تفصیلی گفتگو ہوئی اور طے پایا کہ ضلعی سطح پر بھی رویت ہلال کے نظام کو مضبوط اور مستحکم کیا جائے اور مقامی طور پر بھی لوگوں کو چاند دیکھنے اور اپنی شہادت امارت شرعیہ یا مقامی رویت ہلال کمیٹی تک پہونچانے کی ترغیب دی جائے۔ عوامی رابطہ کو مضبوط کرنے کے لیے وفود کے دوروں میں تیزی لانے کا فیصلہ کیا گیا۔ مجلس عاملہ میں شعبہ جات امارت شرعیہ کی کارکردگی رپورٹ کا خلاصہ بھی پیش ہوا، جس پر ارکان نے اطمینان کا اظہار کیا۔ اس موقع پر حضرت امیر شریعت نے ارکان عاملہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ ہمارے بزرگوں کی امانت ہے اور اس وقت جو کچھ بھی ترقی ہو رہی ہے، اس میں آپ حضرات کا تعاون شامل ہے۔ آپ نے کہا کہ اسلام اور شعائر اسلام کا تحفظ ہمارا بنیادی مقصد ہے، امارت شرعیہ سے وابستہ تمام افراد کو امارت شرعیہ کے قیام کے مقاصد پر ہمیشہ توجہ رکھنی چاہیے اور ماضی کی طرح مستقبل میں بھی ملی اتحاد اور مسلم معاشرہ کی جملہ تعمیر و ترقی کی فکر کرنی چاہیے۔ رویت ہلال کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت امیر شریعت نے کہا کہ یہ ایک خالص دینی و شرعی مسئلہ ہے لہٰذا اس کو شرعی بنیادوں پر ہی حل کرنا چاہیے، آپ نے کہا کہ تمام مقامی قاضیوں اور مقامی سطح پر تمام دینی مزاج رکھنے والے لوگوں کو رویت ہلال کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے اور بروقت اپنی شہادت امارت شرعیہ یا مقامی رویت ہلال کمیٹی کو پہونچانی چاہیے۔

ناظم امارت شرعیہ نے اس موقع پر دفتر نظامت کی طرف سے ایک جامع رپورٹ پیش کی، جس میں انہوں نے امارت شرعیہ کے شعبہ جات اور اس کی کارکردگی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ایک ایسی قوم کی تشکیل جو ایک امیر شریعت کی ماتحتی میں شریعت اسلامی کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی گذارنے والی ہو، امارت شرعیہ کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے، اس مقصد کی تکمیل کے لیے امارت شرعیہ کے مختلف شعبہ جات ہیں، شعبۂ تنظیم و تبلیغ، دارالقضاء و دار الافتا، امارت شرعیہ کے تحت چلنے والے تمام تعلیمی ادارے اسی مقصد کے حصول کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی جان و مال، عزت و عصمت کی حفاظت، غریب و نادار مسلمانوں کی مدد، اور ان کے مفادات کا تحفظ بھی امارت شرعیہ کے مقاصد کا اہم حصہ ہے، شعبۂ تحفظ مسلمین، امور مساجد، بیت المال جیسے شعبہ جات ان مقاصد کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ اللہ کے فضل سے امارت شرعیہ کے جملہ شعبہ جات حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کی رہنمائی میں ترقی کی راہ پر گامزن ہیں، دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ امارت شرعیہ کو مزید وسعت اور استحکام نصیب فرمائے اور اس کو ہر قسم کے شرور و فتن سے محفوظ رکھے۔ انہوں نے ملک کے کئی مسائل کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ادھر چند برسوں سے پورے ملک میں نفرت اور تعصب کا زہر پھیلایا جا رہا ہے اور ایک منظم سازش کے تحت حکومت وقت کی شہ پر سماج دشمن عناصر اس ملک کی گنگا جمنی تہذیب کو ختم کرنے، جمہوری اقدار کو تباہ کرنے اور اس ملک کی سیکولر شبیہ کو داغدار کرنے میں لگے ہوئے ہیں، ان حالات میں صبر و تحمل اور ایمانی فراست سے کام لینا چاہیے اور سبھی مذہب کے سنجیدہ لوگوں کو آگے آنا چاہیے تاکہ سب مل کر ملک سے نفرت کے اس ماحول کو ختم کرنے کی کوشش کریں، اس کے لیے منظم طریقہ پر عوامی بیداری کے ساتھ سوشل میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا پر بھی لگام لگانے کی ضرورت ہے، ایک ایسی مانیٹرنگ باڈی ہو جو سوشل میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا پر نشر ہونے والے مواد کا تجزیہ کرے اور اگر یہ محسوس ہو کہ اس سے نفرت کے ماحول کو بڑھاوا دیا جا رہا ہے تو اس کے خلاف فوری قانونی کارروائی کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ امارت شرعیہ نے اپنے زمانہ قیام سے ہی ملک کی گنگا جمنی تہذیب کو قائم رکھنے اور قوم و ملت کی سیاسی، سماجی، دینی و ملی رہنمائی کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ نہ صرف تین صوبوں بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ؛ بلکہ ملک کے دیگر حصوں میں بھی امارت شرعیہ کو قدر اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس کا اعتبار اور اعتماد عوام الناس کے دلوں میں قائم ہے۔ جب جب ملک و قوم پر کوئی آفت آئی یا کسی بھی قسم کے فتنے نے سر ابھارا، ہمیشہ امارت شرعیہ نے آگے بڑھ کر امت کی رہنمائی کی اور امت کی کشتی کو نہ صرف بحفاظت ساحل پر پہونچایا؛ بلکہ اس کے وقار اور اعتبار کو بھی بلند کیا۔

اس میٹنگ میں ملک کے ممتاز علماء و دانشور کے سانحۂ ارتحال پر دلی رنج و غم کا اظہار کیا گیا جن میں خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسم صاحب صدر مہتمم دار العلوم وقف دیو بند، حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب صدر المدرسین و ناظم تعلیمات دار العلوم وقف دیو بند، حضرت مولانا عبد الوہاب خلجی صاحب سابق ناظم جمیعۃ اہل حدیث، حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی گجرات، مولانا مفتی عبدالسلام صاحب، تاج الشریعۃ حضرت مولانا محمد اختر رضا خان صاحب، امارت شرعیہ کے قدیم خادم مولوی قمر الدین، پروفیسر ناصر جلالی کٹیہار، ماسٹر نور الہدیٰ ویشالی، ماسٹر محمد ضیاء الہدیٰ ویشالی، مولانا عماد الدین قادری، جناب الحاج سکندر صاحب، جناب ڈاکٹر کمال اشرف پٹنہ، جناب مولانا محمد اسلم قاسمی دیو بند، مولانا ابوظفر قاسمی رحمانی، پروفیسر ثوبان فاروقی، مولانا مفتی عبداللہ پھول پوری، مولانا عبد القیوم رائے پوری، سابق وزیر حکومت بہار جناب شاہد علی خان، مولانا شمیم احمد نعمانی، مولانا ممتاز علی مظاہری مدھوبنی، مولانا عبد المالک اثری، مولانا محمد ہارون، مولانا انوار احمد جامعی، جناب صفی احمد صاحب دربھنگہ، جناب شرف الدین صاحب کٹہری، والدہ مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی، جناب محمد ایوب صاحب، مولانا ادریس رشیدی چترا، جناب ڈاکٹر شہاب الدین اطہر پورنیہ وغیرہ کے نام اہم ہیں، حضرت امیر شریعت نے سبھی مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کرائی۔ اجلاس کا آغاز مفتی مجیب الرحمٰن بھاگل پوری کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، اس اجلاس میں امیر شریعت اور ناظم امارت شرعیہ کے علاوہ مولانا عبد الجلیل قاسمی قاضی شریعت، مولانا مفتی نذر توحید مظاہری قاضی شریعت چترا، مولانا محمد ابو طالب رحمانی کولکاتا، جناب مولانا محمد شمشاد رحمانی استاذ دار العلوم وقف دیو بند، ایڈووکیٹ جاوید اقبال، مولانا محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ، مولانا محمد سہراب ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ، مولانا محمد شبلی القاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ، جناب انجینئر ابو رضوان صاحب، جناب مرزا حسین بیگ صاحب انچارج بیت المال، جناب سمیع الحق صاحب نائب انچارج بیت المال، جناب مولانا سہیل احمد قاسمی مفتی امارت شرعیہ، جناب محمد مظاہر صاحب سمن پورہ، جناب مولانا بدر احمد مجیبی صاحب خانقاہ مجیبیہ، جناب مولانا عتیق الرحمٰن صاحب، جناب مولانا مطیع الرحمٰن سلفی، جناب محمد عطاء الرحمٰن صدیقی، جناب مولانا الحاج محمد عارف رحمانی نائب ناظم جامعہ رحمانی مونگیر، جناب مولانا عبد الباسط ندوی سکریٹری المعہد العالی، جناب مولانا محمد انور قاسمی قاضی شریعت دار القضاء رانچی، جناب مولانا محمد ابو الکلام شمسی معاون ناظم امارت شرعیہ، جناب مولانا زبیر احمد قاسمی قاضی شریعت دار القضاء آسنسول، جناب مولانا محمد یحیٰ غنی صاحب شریک ہوئے۔ آخر میں حضرت امیر شریعت مدظلہ کی دعا پر مجلس کا اختتام ہوا۔ (**رپورٹ محمد عادل فریدی**)

بقیہ امریکہ اور یورپ شدید بحران میں ....

یورپی یونین اور یوروزون کی جن ۵؍ریاستوں کو مالیاتی پیکیج سے نوازا گیا ان کی معیشت حقیقت میں غیر ضروری حکومتی اخراجات کے باعث اندرونی اور بیرونی قرضوں تلے دب کر رہ گئی تھی، یورپ کی حالت جو تفریط زر کے بحران کی زد میں ہے، عالمی نقطہ نظر سے معاملات میں مزید بگاڑ کا سبب بن رہی ہے، لہٰذا معاشی بحران سے نمٹنے کے لیے بھاری بھر کم ٹیکس لگا کر بڑی کمپنیوں کو بچانے کے لیے کوشش کی گئی، یونان اور اٹلی میں طلبہ کی فیسیں بڑھائی گئیں لیکن صورتحال مسلسل ابتری کی نشاندہی کر رہی ہے۔ یورپ آج سے ۱۰؍برس قبل کے مقابلے میں زیادہ تقسیم کا شکار ہے۔ ۱۱؍یورپی ممالک جن میں بلجیم، فرانس، جرمنی، ہنگری، اٹلی، پولینڈ، روس، اسپین، سویڈن، سربیا اور برطانیہ شامل ہیں کے ۹۳؍فیصد عوام بھی اس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ معاشرہ پہلے کی نسبت بہت منقسم ہے اور اس کی بڑی وجہ پناہ گزینوں اور مقامی باشندوں میں پائی جانے والی تقسیم قرار دی جا رہی ہے۔ سربیا میں امیر غریب کی آمدنی میں جتنا فرق ہے، اتنا یورپ کے کسی اور ملک میں نہیں ہے کیونکہ وہاں کی ایک چوتھائی آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہے اور ۲۰؍فیصد امیر ترین ۲۰؍فیصد غریب ترین سے ۱۰؍گنا سے بھی زیادہ کمارہے ہیں، گزشتہ ۵؍برس کے دوران سربیا میں پائی جانے والی یہ خلیج خطرناک حد تک بڑھی ہے۔ سیاسی طور پر بھی یہ ملک منقسم ہے۔ امریکا میں بے روزگاری کی شرح جہاں تقریبا ۱۰؍فیصد ہو چکی ہے وہیں یورپی یونین میں بے روزگاری کی شرح ۱۱؍فیصد سے تجاوز کر گئی ہے۔ فرانس کی حکومت کو شدید مالی بحران کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور صنعتی اور مینوفیکچرنگ جیسے دیگر شعبوں میں تنخواہیں پانے والے ملازمین مسلسل کام کی ابتر صورتحال اور انہیں ملازمت سے نکالے جانے اور کم تنخواہیں دیے جانے کے خلاف ہڑتال اور مظاہرے کر رہے ہیں، بہت سے یورپی ممالک کے معاشی بحران نے ان ممالک کو عام اخراجات میں کمی اور ٹیکسوں میں اضافے جیسے سخت معاشی اقدامات انجام دینے پر مجبور کر دیا ہے۔ جرمنی پر اپنے ٹریڈ سرپلس کو برقرار رکھنے کا خبط سوار ہے اور وہ اس ماڈل کو پورے یورپ پر لاگو کرنا چاہتا ہے جس سے جنوبی یورپ میں فاقے ہوں گے۔ یونان یورپی بحران کا مرکز ہے یہ یقینی طور پر تباہی کے دہانے پر ہے۔ یورپ کے ۲؍ممالک اسپین اور یونان میں اس وقت بیروزگاری کی شرح یورپ کے دیگر ممالک کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔ ایک اندازے کے مطابق جرمنی میں مہنگائی کی شرح ۱۶ اسپین میں ۲۵، آسٹریا میں ۵، اٹلی میں ۱۱؍فیصد اور دیگر ممالک میں بھی صورتحال کچھ ایسی ہی ہے۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ قرضوں کا یورپی بحران اقتصادی مفادات پر مبنی ریاستوں کے اتحاد پر کافی اثر انداز ہوا اور اس کے نتیجے میں یورو زون کے ممالک میں سیاسی بحران امڈ آیا ہے جس کی وجہ سے وہاں کی حکومتیں تبدیل ہوئیں۔

لاطینی امریکا کے ممالک ارجنٹائن، برازیل، میکسیکو، چلی اور پیرو بھی سیاسی اور معاشی بحران کی لپیٹ میں ہیں۔ کشیدگی کا احساس سب سے زیادہ ارجنٹائن میں نمایاں دکھائی دیتا ہے جہاں ۷۰؍فیصد سے زائد باشندے سیاسی بنیادوں پر منقسم ہیں۔ ارجنٹائن میں سیاسی اختلافات سب سے بڑا مسئلہ ہیں، تاہم ۶۸؍فیصد اور یورپی باشندوں کی نسبت صرف ۵۹؍فیصد لاطینی امریکی سمجھتے ہیں کہ ان کے معاشرے میں پائی جانے والی تقسیم گزشتہ ۱۰؍برس میں گہری ہوئی ہے۔ ۴۷؍فیصد کینیڈین شہریوں نے کہا کہ ان کا معاشرہ مختلف نقطہ نظر سے تعلق رکھنے والوں کے بارے میں خاصی برداشت رکھتا ہے جبکہ ۶۴؍فیصد چینی اور ۶۴؍فیصد ملائی باشندوں کا بھی یہی خیال تھا کہ دوسرے ممالک میں سیاسی، مذہبی یا صنفی تقسیم پر گرما گرم بحث یا مظاہرے ہوتے رہتے ہیں؛ لیکن چین میں اس قسم کی مخالفت کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ میڈیا پر سخت حکومتی کنٹرول کی وجہ سے کسی قسم کی معنی خیز، یا کھلی سیاسی بحث نہیں ہو سکتی جس کی وجہ سے اکثر اوقات سیاسی تقسیم دب کر رہ جاتی ہے۔ سابق صدر ہو جنتاؤ نے ہم آہنگ معاشرہ تشکیل دینے کا عزم ظاہر کیا تھا، جہاں لوگ قانون کی پاسداری کرتے ہوں اور ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہوں، تاہم ایسی پوسٹیں سوشل میڈیا سے ہٹا دی جاتی ہیں جس کے بارے میں خیال ہو کہ وہ قابل اعتراض ہیں پھر بھی خود چینی قیادت کو چین میں پائی جانے والی معاشی تفریق کا احساس ہے۔ صدر شی جن پنگ نے چینی خواب کو تازہ کرنے کا عزم کیا ہوا ہے؛ لیکن اس کے ثمرات ہر ایک تک نہیں پہنچ پا رہے۔ بہرحال عالمی کساد بازاری اور مالیاتی بحران کے اثرات کی وجہ سے امریکا اور یورپ میں مہنگائی اور بیروزگاری کی شرح میں خوفناک اضافہ دیکھنے میں آیا ہے اور اس بات کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ عوام گھر، گاڑی حتی کہ ضروریات زندگی کی عام اشیا کی خریداری بھی قرضے کی رقوم سے کرنے پر مجبور ہیں۔

دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ نے امریکا ہی کو نہیں بلکہ پوری دنیا کو تباہی کے دہانے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔

طب وسائنس

امراض گردہ اور پتھری کا علاج

انسان کے جسم میں دو گردے پیٹ میں پسلیوں سے ذرا نیچے ریڑھ کی ہڈی کے دونوں جانب ہوتے ہیں۔ان کا حجم مٹھی کے برابر ہوتا ہے۔گردے انسانی صحت اور زندگی کیلئے انتہائی اہم ہیں۔گردوں کا کام جسم سے فاسد،نقصان دہ،ضرورت سے زائد مادوں کو خارج کرنا ہے۔گردے جسم میں پانی اور نمکیات کا توازن برقرار رکھتے ہیں،مثلاً جسم میں کیلشیم،پوٹاشیم اور فاسفورس کی مقدار کے علاوہ پانی اور دیگر نمکیات وغیرہ کا ایک حد تک جسم میں رہنا ضروری ہوتا ہے اس کی کمی وبیشی سے بہت امراض جنم لیتے ہیں،انسان زندہ نہیں رہ سکتا،گردوں کا کام ان مادوں،نمکیات اور پانی میں توازن قائم رکھنا ہے۔گردے جسم کے لیے ایسے بہت سے مفید ہارمون پیدا کرتے ہیں،اگر یہ ہارمون جسم میں کم ہوجائیں تو خون کی کمی کی بیماری پیدا ہوجاتی ہے۔یہ بات بہت قابل توجہ ہے کہ جب تک گردے 80 یا 90 فیصد تک تباہ نہ ہوچکے ہوں اس سے پہلے مریض کو اس کا علم ہی نہیں ہوتا وہ اپنا روزمرہ کا کام کرتا رہتا ہے،ایک گردہ ناکارہ بھی ہوجائے تو بھی دوسرا کام کرتا رہتا ہے۔

اگر کسی کو درج ذیل علامات میں سے کوئی علامت محسوس ہو تو اسے گردوں کے اسپیشلسٹ ڈاکٹر سے اپنا چیک اپ لازمی کروالینا چاہیے۔کھانے کی خواہش کا ختم ہوجانا،یادداشت کی کمزوری،متلی اور قے کا آنا،چڑچڑاپن،تھکاوٹ کا محسوس ہونا،چہرے کا رنگ پیلا ہونا،خشک جلد،رات کو بار بار پیشاب آنا اور پیشاب میں رکاوٹ وغیرہ کا ہونا،شوگر کا مرض ہونا،بلڈ پریشر کی کمی یا زیادتی کا ہونا وغیرہ

مفید غذائیں

گردہ کی کمزوری کے لئے آم بالخاصہ مفید ہے۔مغز پستہ گردوں کی لاغری اور کمزوری میں نافع ہے۔اس کے علاوہ مغزِ بادام اور مغزِ چلغوزہ اور انگور بھی مقوی گردہ ثابت ہوئے ہیں۔ترکاریوں میں شلغم،بتھوے کا ساگ،مولی کا نمک اور ہینگ بہت مفید ہے۔اکثر گردوں میں ناقص فضلہ پک جاتا ہے اور گردوں کے فعل کو متاثر کرتا ہے۔لیموں اور ترنج کا عرق اس ناقص فضلہ کے اخراج کا باعث ہوتا ہے۔مزید براں یہ گردوں کے فعل میں تحریک پیدا کرتا ہے۔

مضر غذائیں

گرم مصالحہ،تیز مرچ،انڈا،تلی ہوئی مچھلی،بڑا گوشت،جھینگا،چائے،کافی اور تمام گرم وخشک اشیاء مضر ہیں۔ایسی تمام غذائیں جن میں فولاد زیادہ پایا جاتا ہے ان سے پرہیز کریں مثلاً گوشت،چاول،مکئی،وغیرہ اس کے علاوہ سگریٹ نوشی،کولا کے مشروبات،شراب نوشی،وغیرہ سے پرہیز کریں۔موٹاپا،زیادہ دیر تک بیٹھے رہنا،ورزش نہ کرنے والے افراد پر دیگر امراض کی طرح گردوں کے فیل ہونے کے چانس زیادہ ہوتے ہیں۔اس لیے صبح دو گلاس تازہ اور صاف پانی پینا،ہلکی پھلکی ورزش کرنا،دن میں بھی پانی پینا،کھانا کھانے کے فوراً بعد پانی نہ پینا چاہیے،رات کو سونے سے گھنٹا بھر پہلے دو گلاس پانی پینا چاہیے،قبض نہ ہونے دیں،اسی طرح دیگر حفظان صحت کے اصولوں پر عمل کرنے سے بہت سی امراض سے بچا جا سکتا ہے۔مختصر صاف پانی کا زیادہ استعمال،ہر قسم کے نشہ سے پرہیز،متوازن غذا،موٹاپے پر کنٹرول کرنے سے کافی حد تک اس مرض سے بچا جاسکتا ہے۔

گردے میں پتھری

دیسی علاج

انجیر یعنی Fig کے مسلسل استعمال سے پتھری حل ہوکر نکل سکتی ہے اس کے لیے انجیر کے تازہ یا ٹن پیک پانچ دانے صبح نہار منہ استعمال کریں۔اس سے آگزیلیٹ اور یوریٹس کی پتھری ریت بنکر خارج ہوسکتی ہے

ماہرین طب نے طب نبوی میں بکثرت استعمال ہونے والے اس پھل پر تحقیقی تجربات کیے ہیں۔جس سے پتھری کے اخراج کے حوصلہ بخش نتائج ملے ہیں۔سبز سیب کے فریش جوس سے بھی پتھری نکلنے کے شواہد موجود ہیں۔

گردے کی پتھری کے بہترین اور سستے علاج کے لئے خربوزے کا 2 انچ کا چھلکا اور ایک چمچہ گروکرلیں،ان کو ایک گلاس پانی میں ملا کر جوش دیں،اس کے بعد چھان کر اسے ٹھنڈا کر کے ایک گلاس صبح اور ایک گلاس شام پئیں۔پانی کا زیادہ سے زیادہ استعمال کریں،جس سے گردے کی پتھری ریزہ ریزہ ہوکر نکل جائے گی۔

نرم پتے مولی کے جس قدر آپ کھاسکیں کھاتے رہیں اس عمل سے بیس دن میں پیشاب کے راستے پتھری خارج ہو جاتی ہے۔گردہ مثانہ کی ریت اور کنکر کیلئے اسراری نسخہ:۔آم کے سبز پتے سایہ میں خشک کرکے سفوف بنالیں اور بقدر چھ ماشہ باسی پانی سے روزانہ ایک دفعہ استعمال کریں پندرہ بیس روز میں ریت اور کنکر رفع ہوجائے گی۔

گردے خراب ہوں تو

1۔اپیس میلیفیکا 1000 ہفتہ وار ایک خوراک Apis Mellifica 1000

2۔کالی میور+سلیشیا+کالی فاس+نیٹرم میور 6x

Natrum Mure 6X+Kale Phos+Silicea +Kali Mur

چاروں ملا کر دن میں تین چار بار

3۔پریرابریوا 10 قطرے پانی میں ملا کر دن میں تین بار Prara Brava Q-3

ایل سیرم ایک یا 2 قطرے پانی میں ملا کر دن میں تین بار

ایک گردہ کام نہیں کر رہا

ایل سیرم 1x تا 3X ایک سے دو قطرے Allium Serum 1X /3X

پریرابریوا Q دس تا پندرہ قطرے پانی میں ملا کر کاسیکم 200 روزانہ ایک بار Casticum 200

بشکریہ (allahshafi.com)

ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ — راشد العزیزی ندوی

مسلم یونیورسٹی میں پچاس فیصد مسلم اور پچاس فیصد ایس سی ایس ٹی کو ریزرویشن دیا جائے: حضرت امیر شریعت

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ہندوستان میں ایک اہم عصری تعلیمی ادارہ کے طور پر متعارف ہے اور اس کے بانی جناب سرسید احمد خان صاحب نے مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کو سامنے رکھتے ہوئے قائم کیا تھا جو آگے چل کر یونیورسٹی کی شکل اختیار کرگیا اور حالیہ دنوں میں مرکز میں حکمراں جماعت بی جے پی کی نمایاں شخصیتوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایس سی/ایس ٹی ریزرویشن کی بات اٹھائی ہے،حکومت اور بی جے پی کے ذمہ دار حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ بھارت کے آئین کی دفعہ ۱۵/ ۵ کے تحت اور سپریم کورٹ کی ہدایت کے مطابق علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں کوئی ریزرویشن نہیں ہوسکتا،یہ صرف مسلمانوں کو دلتوں سے ٹکرانے کی گہری سازش ہے،جبکہ حکومت کو معیاری تعلیم عام کرنے کی فکر کرنی چاہئے،ان خیالات کا اظہار خانقاہ رحمانی مونگیر کے سجادہ نشیں وبہار،اڑیسہ وجھارکھنڈ کے امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے اپنے ایک بیان میں کیا ہے۔حضرت نے مزید فرمایا کہ اگر مرکزی حکومت اے ایم یو (A.M.U) میں ریزرویشن نافذ کرنا چاہتی ہے تو میری رائے یہ ہے کہ وہ پچاس فیصد ریزرویشن مسلمانوں کیلئے اور پچاس فیصد میں ایس سی،ایس ٹی کیلئے ریزرویشن کردے اور حالیہ پارلیمانی اجلاس میں ایسا قانون بنادے ـــــ تاکہ سرسید نے جس مقصد کیلئے تعلیم گاہ قائم کیا تھا اسکی بھی لاج رہے،اور ایس سی،ایس ٹی کی تعلیمی حالت بھی درست ہو،حکومت کو ملک کے تمام نونہالوں کی معیاری تعلیم کا پختہ انتظام کرنا چاہئے اور آئین کی واضح دفعات کے خلاف سیاسی بازی گری نہیں کرنی چاہئے۔

پنچایتی راج اداروں کو مضبوط بنانے کے لئے 12578 عہدوں پر ہوگی بحالی

وزیراعلیٰ نتیش کمار کی صدارت میں ہوئی کابینہ کی میٹنگ میں 15 تجاویز کو منظوری دی گئی۔ریاستی حکومت نے پنچایتی راج اداروں کو مضبوط بنانے کے لیے 12578 عہدوں پر بحالی کو منظوری دی ہے۔اس کے تحت ہر گرام پنچایت میں ایک ایگزیکیٹو اسسٹنٹ کی تقرری کی جائے گی،ان کی یہ تقرری کانٹریکٹ پر ہوگی۔یہ ڈی ایم کے ذریعہ ضلع سطح پر'بہار پرشاسنک سدھار' مشن کے پینل سے فراہم کرایا جائے گا۔یہ ایگزیکیٹو اسسٹنٹ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ سہولت کے ساتھ گرام پنچایت دفاتر میں کام کرسکیں گے۔سرکار کے ذریعہ ہر چار گرام پنچایت پر ایک جونیئر انجینئر کی شرح سے کل 2096 جونیئر انجینئروں کی ٹھیکے پر بحالی کو منظوری دی گئی ہے۔اس بحالی سے وزیر اعلیٰ گرامین پیئے جل منصوبہ اور وزیراعلیٰ گلی نالی پختہ کاری عزائم کے عمل درآمد کو زیادہ تیزی ملے گی۔ساتھ ساتھ کام کی لیاقت میں سدھار ہوسکے گا۔پنچایت راج اداروں کے مالی رکھ رکھاؤ کو بہتر بنانے کے لیے ہر پنچایت پر ایک ایک کی شرح سے کل 2096 اکاؤنٹ اور اسسٹنٹ کی کانٹریکٹ پر تقرری کی منظوری دی گئی ہے،اس سے پنچایتی راج اداروں کے اکاؤنٹ کا مکمل رکھ رکھاؤ ہوسکے گا،ساتھ ہی مالی ضابطگی ہوسکے گی۔پرنسپل سکریٹری پنچایتی راج کے ذریعہ بتایا گیا کہ ان تمام عہدوں پر بحالی کے عمل کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔جونیئر انجینئر اور اکاؤنٹینٹ کے لیے آن لائن درخواست اگلے ہفتہ لی جائے گی۔ان تمام تقرریوں میں سرکار کا ضابطہ تقرر نافذ العمل ہوگا۔خشک سالی سے نمٹنے کے لئے کسانوں کو 75 پیسے فی یونٹ بجلی دینے کا بھی فیصلہ کیا گیا ہے۔بلدیاتی اداروں کے ملازمین کو پانچویں اور چھٹے پے کمیشن کا فائدہ دینے کو بھی ہری جھنڈی دکھائی گئی ہے۔اس کے علاوہ ریاست سے بلاک سطح تک کھیل کمیٹی بنانے کا بھی فیصلہ کیا گیا ہے۔(روزنامہ عوامی نیوز ۲۵؍جولائی ۲۰۱۸ء)

اقلیتی اسکولوں میں تقرری کے لیے ایس ٹی ای ٹی پاس ہونا لازمی

وزیر تعلیم کرشن نندن ورما نے صاف کردیا ہے کہ ریاست کے سبھی اقلیتی ہائر سکنڈری اسکولوں میں اساتذہ کی تقرری میں اہلیتی امتحان میں پاس کرنا ضروری ہوگا۔وزیر نے یہ جانکاری رکن وریندر نارائن یادو کے سوال کے جواب میں دیا کہ اسکولوں میں تقرری کانٹریکٹ اساتذہ کے لیے اہلیتی امتحان میں پاس ہونے کی لازمیت کو ختم کرنے کی کوئی تجویز نہیں ہے،اس کے قبل ممبروں نے کہا تھا کہ ان اسکولوں میں اساتذہ کی تقرری اسکول انتظامیہ کمیٹی کرتی ہے۔ان کے لیے ایس ٹی ای ٹی امتحان میں پاس ہونا ضروری نہیں ہے۔لیکن وزیر نے صاف کردیا ہے کہ اہلیتی امتحان مین پاس ہونا ضروری ہے۔(روزنامہ عوامی نیوز ۲۶؍جولائی ۲۰۱۸)

سفر حج پر جی ایس ٹی کم کیا جائے

جنتادل یونائیٹیڈ کی کہکشاں پروین نے سفر حج پر جی ایس ٹی عائد کرنے کا معاملہ راجیہ سبھا میں اٹھایا اور اسے کم کرنے کا مطالبہ کیا۔محترمہ پروین نے خصوصی تذکرہ کے ذریعہ سفر حج پر جی ایس ٹی عائد کرنے کا معاملہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ حکومت کی طرف سے حج کرنے والے لوگوں سے اٹھارہ فیصد جی ایس ٹی وصول کیا جارہا ہے،جب کہ پرائیوٹ ٹور آپریٹروں کے ذریعہ سفر حج پر جانے والے لوگ پانچ فیصد جی ایس ٹی ادا کررہے ہیں،انہوں نے کہا کہ حکومت کے ذریعہ سے حج پر جانے والے لوگوں کو 32 ہزار پانچ سو روپے زیادہ ادا کرنے پڑ رہے ہیں۔حکومت کو اس معاملے میں فوراً مداخلت کرنی چاہئے اور جی ایس ٹی کم کیا جانا چاہئے۔(روزنامہ سنگم ۲۴؍جولائی ۲۰۱۸)

ملک کا بنیادی تعلیمی ڈھانچہ تباہی کے دہانے پر

محمد عارف اقبال

کسی بھی ملک کا مستقبل اُس نئی نسل پر منحصر کرتا ہے جسے دنیا میں آنکھ کھولے محض تین چار سال ہی ہوتے ہیں۔ میری مراد اُن بچّوں سے ہے جو ملک کے معصوم سرمایہ ہوتے ہیں اور آئندہ بیس برسوں میں ملک وسماج کی ذمہ داریاں انہیں کے کاندھوں پر ہوں گی۔ دنیا میں چاہے انسان جس قبیلے، علاقے، ذات یا دھرم ومسلک سے تعلق رکھتا ہو، اس کی پہچان اس کے ازلی والدین آدم وحوّا ہی سے ہے۔ نہ گورے کو کالے پر اور نہ ہی کالے کو گورے پر فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ انسان کے جسم کا کوئی بھی عضو اس کی پیدائش کے وقت غریبی یا امیری کا محتاج نہیں ہوتا۔ ہر انسان کی آنکھ دنیا میں اس کے مقدر کے ساتھ کھلتی ہے کیونکہ خالق کائنات ہی تقدیر کا مالک اور بہترین عدل کرنے والا ہے۔ رب العالمین کے نزدیک اس کی تمام مخلوقات محبت واحترام کی مستحق ہیں۔ وہ کسی معمولی کسان کے بیٹے کو بھی امریکہ کا صدر بنا سکتا ہے اور تاج وتخت کے مالک شاہی نسل کو صفحۂ ہستی سے مٹا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی تاریخ میں سرداری یا حکمرانی کا معیار بھی عدل وانصاف ہی رہا ہے۔ ہمارے ملک کے دستور میں بھی ہر شہری کے لیے عدل وانصاف پر مبنی بنیادی حقوق متعین کیے گئے ہیں۔

ہندوستان جب آزاد نہیں ہوا تھا تو انگریزی حکومت (British Empire) نے عوام کی بنیادی تعلیم کے لیے اپنے اصول پر تعلیمی ادارے قائم کیے۔ ان کے نزدیک تعلیم کو ہمیشہ اوّلیت حاصل رہی۔ بچّوں کی تعلیم کے سلسلے میں انگریز حکمراں ہمیشہ سنجیدہ رہے۔ جب انگریز ہندوستان کے حکمراں تھے تو ان سے بعض معاملات میں شدید اختلاف کیا جاسکتا ہے؛ لیکن تعلیمی شعبے میں ان کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ آزادی کے بعد ہم ایک طرف جہاں اپنی غلامی سے نجات پر فخر سے جھومنے لگے وہیں دھرم اور ذات پات کے نام پر بدترین ذہنیت کا مظاہرہ بھی کرتے رہے۔ ایک ثانیے میں اہنسا (Violence-Non) ہنسا (Violence) میں تبدیل ہوگئی۔ 30 جنوری 1948 کو تو اہنسا کو ہم نے قتل ہی کردیا۔ انڈین نیشنل کانگریس کا تحریکی جذبہ دھندلا پڑتا گیا۔ قومی سطح پر انہی افراد کو قائدانہ رول ادا کرنے کے بہتر مواقع ملے جنہوں نے آکسفرڈ کی شکل دیکھی تھی۔ لیکن تقسیم ہند کے بعد ایسا لگتا ہے کہ ان کی قائدانہ اور مدبرانہ صلاحیتیں منجمد سی ہوگئیں۔ انہوں نے ملک کے تمام ہندوستانیوں سے آزادی کا نذرانہ اور قربانیاں تو وصول کیں لیکن ان کی ذہنی وفکری آبیاری کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ یہ بھی نہیں سوچا کہ ملک کی آبادی کے اَسّی فیصد دبے کچلے لوگ بھی ان ہی کی طرح خالق کائنات کی مخلوق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زبان سے تو سوشلزم کا نعرہ لگایا جاتا رہا؛ لیکن عملاً بدترین سرمایہ داری (Capitalism) کی نمائندگی کی جاتی رہی۔ انہوں نے ہندوستانیوں کی بنیادی تعلیم کے لیے کوئی معیار مقرر نہیں کیا۔ عام ہندوستانیوں کے بچّوں کو مقامی مدرسوں، مکتبوں اور میونسپلٹی کے اسکولوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا۔ ان کی یہ مجرمانہ غفلت اس لیے بھی سنگین ہے کہ وہ خود انگریزی نظام حکومت کی دانش گاہوں کے پروردہ تھے۔ ان کے تعلیمی نظام سے خوب واقف تھے۔ یہ بھی جانتے تھے کہ کسی ملک کی ریڑھ کی ہڈی (bone-Back) بلاتفریق مذہب وملت اور ذات پات بچّوں کی بہترین منظّم تعلیم میں مضمر ہے۔ اس معاملے میں ہندوستان میں سرسیّد احمد خاں (17 اکتوبر 1817 - 27 مارچ 1898) کی شخصیت مثالی ہے کہ انہوں نے آکسفرڈ میں تعلیم حاصل تو نہیں کی لیکن انگلینڈ دیکھنے کے بعد علی گڑھ کے مضافات میں ایسا مثالی تجربہ کیا کہ اس پر ہر ہندوستانی کو فخر ہونا چاہیے۔ وہ تعلیمی ادارہ اگرچہ مسلمانوں کے نام پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (A.M.U.) کہلایا لیکن نظام تعلیم وتربیت کے لحاظ سے ہندوستان میں پہلا تعلیمی ماڈل تھا جو صد فیصد کامیاب رہا۔ اس تعلیمی ماڈل سے بھی آزاد ہندوستان کے ہمارے حکمراں نے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ ہمارے انگلینڈ ریٹرن ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر (14 اپریل 1891 - 6 دسمبر 1956) نے اونچ نیچ اور چھوت چھات کے خلاف آواز تو بلند کی اور دلتوں کو آئین (Constitution) میں تحفظ تو فراہم کیا لیکن لندن اسکول آف اکانومکس کے سند یافتہ ڈاکٹر صاحب نے ہندوستان کے مثالی تعلیمی ماڈل پر توجہ مرکوز نہیں کی۔

ملک کی آزادی کے بعد ہمارے حکمراں یوروپ اور امریکہ کا سفر بھی کرتے رہے لیکن انہیں شاید خیال بھی نہیں آیا کہ ملک میں تمام شہریوں کے لیے یکسانیت (Equality) پر مبنی مثالی بنیادی تعلیمی نظام قائم ہو۔ تاہم انہیں 1962 میں یہ ضرور خیال آیا کہ بیوروکریسی کو مضبوط رکھنے کے لیے ملک میں سنٹرل اسکول قائم کیے جائیں۔ لہٰذا 15 دسمبر 1963 کو منسٹری آف HRD کے تحت پورے ملک میں یکساں نصاب تعلیم (CBSE) کی بنیاد پر سنٹرل اسکول کا قیام عمل میں آیا۔ بعد میں اس کا نام کیندریہ ودیالیہ ہوا۔ اس میں درجہ VI سے VIII تک سنسکرت زبان کی پڑھائی لازمی قرار دی گئی۔ آٹھویں درجے تک کوئی فیس نہیں ہے اور نویں کلاس سے واجبی فیس لی جاتی ہے۔

31 مارچ 2017 کے اعداد وشمار کے مطابق پورے ملک میں 1128 کیندریہ ودیالوں میں 12,27,951 طلبا و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ اسٹاف کی تعداد 56,445 ہے۔ بیرون ملک میں بھی تین سنٹرل اسکول ہیں یعنی کٹھ منڈو، تہران اور ماسکو۔ پورے ملک کو کیندریہ ودیالیہ کے قیام کے لیے 25 ریجنس (Regions) میں تقسیم کیا گیا ہے جس کا سربراہ ڈپٹی کمشنر ہوتا ہے۔ تاہم ملک کے 178 اضلاع اب بھی کیندریہ ودیالیہ سے محروم ہیں۔

ملک میں سنٹرل اسکولز کے لیے 1963 سے آج تک جتنے بھی تام جھام کیے جارہے ہیں، وہ صرف ان افراد کے بچّوں کے لیے ہے جو مرکزی حکومت کے ہاتھ پاؤں خیال کیے جاتے ہیں یا جن کا تعلق کسی حد تک ڈیفنس ہے۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ آزادی کے 61 سال بعد ہندوستان کی پارلیمنٹ کو پہلی بار Right to Education کا خیال آیا۔ چنانچہ 4 اگست 2009 کو پارلیمنٹ میں 6 سے 14 سال کے بچّوں کے لیے Right of Children to Free and Compulsory Education Act (RTE) پاس کیا گیا جس کا نفاذ یکم اپریل 2010 سے ہوا، اس کے برعکس انگلینڈ (یوکے) میں 5 سے 18 سال تک کے بچّوں کے لیے بہت پہلے سے مفت تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ پارلیمنٹ میں بچّوں کی مفت تعلیم کے حقوق (RTE) کا یہ فیصلہ بھی محض نظریاتی یا سیاسی ہی تھا۔ کیونکہ عام بچّوں کی تعلیم کے مثالی ادارے پورے ملک میں حکومت کی سطح پر آج بھی صفر کے برابر ہیں۔ اگر مرکزی حکومت 1963 میں بھی بالغ نظری کے ساتھ پورے ملک کے عوام کے درد کو محسوس کرتے ہوئے اسی سنٹرل اسکول کے نظام کو ریاستوں کی مفاہمت سے ایک ہی نصاب تعلیم (عوام کے مفاد میں جزوی ترمیم کے ساتھ) کے تحت شہری ودیہی علاقوں میں کیندریہ ودیالیہ قائم کرنے پر توجہ دیتی تو اس وقت شاید ملک کی تمام ریاستوں میں آبادی کے لحاظ سے عام بچوں کے لیے بھی کیندریہ ودیالیہ قائم ہوچکے ہوتے۔ میونسپل کارپوریشن اور میونسپلٹی کے اسکول تحلیل کردیے جاتے اور سماج کا کوئی بھی بچہ تعلیم سے محروم نہ ہوتا۔

اس وقت ملک میں تعلیم اور تعلیمی اداروں (اعلیٰ سطح تک) کی صورت حال کیا ہے، اس سے ہر خواندہ اور تعلیم یافتہ شہری واقف ہے۔ مزید واقفیت کے لیے اگر آپ ملک کے معروف تجزیہ نگار رویش کمار کے حال میں نشر کیے گئے 30 سے زائد ایپی سوڈز پر مشتمل رپورٹ دیکھ لیجیے تو اندازہ ہوجائے گا کہ ملک کا بنیادی تعلیمی ڈھانچہ تباہی کے دہانے پر ہے، ایسی صورت میں ڈیجیٹل انڈیا کا خواب محض خواب ہے، حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

اعلان مفقود الخبری

- مقدمہ: ۵/۷/۲۱/۱۴۳۹ھ (متدائرہ دارالقضاء گریڈیہ) فاطمہ پروین بنت خورشید اختر مرحوم مقام و ڈاکخانہ برواڈیہ تھانہ وضلع گریڈیہ۔ مدعیہ۔ بنام۔ محمد ریحان حسن انصاری ولد ظہیر الدین انصاری مرحوم مقام پیسرا بہیار ڈاکخانہ چیتاڈیہ تھانہ وضلع گریڈیہ۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ مدعا علیہ کے خلاف عدالت دارالقضاء گریڈیہ میں عرصہ ایک سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور اس مدت میں نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کئے جانے کی درخواست دی ہے۔ لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں مورخہ ۲۳؍ذی الحجہ ۳۹ھ مطابق ۳؍ستمبر ۲۰۱۸ء بروز سوموار کو مع گواہان وثبوت دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رشید العلوم بھنڈاریڈیہ گریڈیہ بوقت 9 / بجے دن حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت
- مقدمہ نمبر ۲/۷/۶۶/۴۳۶/۳۹ھ (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مصطفیٰ نگر سہرسہ) حسن تارا پروین بنت محمد ببلو، مقام وڈاکخانہ گوالپاڑہ ضلع مدھے پورہ۔ مدعیہ۔ بنام۔ حسیب صدیقی ولد محمد اختر مرحوم مقام وڈاکخانہ گھاس پانی، ضلع ناگالینڈ۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ مدعا علیہ کے خلاف عرصہ تین برسوں سے غائب ولا پتہ ہونے اور اس کو نان ونفقہ نہ دینے کی بنیاد پر دارالقضاء سہرسہ میں نکاح فسخ کئے جانے کا مقدمہ کیا ہے۔ اس اعلان کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ جہاں کہیں ہوں، مورخہ ۲۳؍ذی الحجہ ۳۹ھ مطابق ۳؍ستمبر ۲۰۱۸ء بروز سوموار بوقت ۱۲؍بجے دن اپنے دو گواہان کے ساتھ حاضر ہوکر رفع الزام کریں، حاضر نہیں ہونے پر مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت
- مقدمہ نمبر ۷/۴/۸۵/۱۷/۳۹ھ (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ بیگوسرائے) نذرانہ خاتون بنت محمد اسد مقام لڑوارہ ڈاکخانہ سجاد نگر، ضلع بیگوسرائے۔ مدعیہ۔ بنام۔ محمد ساجد ولد محمد ہاشم مقام وڈاکخانہ فتح پور ضلع بیگوسرائے۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ بیگوسرائے میں عرصہ ۳؍سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور نان ونفقہ وحق زوجیت ادا نہ کرنے کی بناء پر فسخ نکاح کا دعوی دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں، اور آئندہ تاریخ پیشی ۲۳؍ذی الحجہ ۳۹ھ مطابق ۳؍ستمبر ۱۸ء روز سوموار کو خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹؍بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں، واضح رہے کہ عدم حاضری کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

کالی جولائی

۱۹۸۳ء کو سری لنکا میں اکثریت میں بسنے والے سنہالی بدھسٹوں نے ۳؍ہزار تملوں کا قتل عام کیا، جس کے بعد کچھ تمل ہندوستانی ریاست تمل ناڈو میں آبسے اور کچھ یورپ اور کینیڈا میں منتقل ہوگئے۔ اس سانحہ کو ’کالی جولائی‘ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اسی کے بعد سری لنکا میں باقاعدہ خانہ جنگی کی ابتدا ہوئی۔ اس خانہ جنگی میں ۷۰؍ہزار افراد ہلاک ہوچکے ہیں۔ ایک سروے کے مطابق مذکورہ تعداد حقیقت سے بہت کم ہے۔ یونیورسٹی آف واشنگٹن، اور ہارورڈ میڈیکل اسکول کی جانب سے فراہم کیے گئے اعداد وشمار کے مطابق ۱۹۸۳ء سے ۲۰۰۲ء تک سری لنکا کی خانہ جنگی میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۲؍لاکھ ۱۵؍ہزار ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تعداد ۳؍لاکھ سے متجاوز ہے۔ اس خانہ جنگی نے سری لنکا کی آبادی، ماحولیات اور معیشت کو شدید نقصان پہنچایا، جس کے سبب ’ایل ٹی ٹی ای‘ پر سری لنکا سمیت ۳۰؍ممالک میں پابندی عائد کر دی گئی ہے، جن میں امریکہ، جاپان، برازیل، آسٹریلیا، متعدد یورپی ممالک اور کینیڈا وغیرہ شامل ہیں۔

بقیہ۔ پاکی وصفائی

بدقسمتی سے مسلم محلوں کی پہچان آج گندگی بن گئی ہے، معاملہ آوارہ جانوروں کے برتن چاٹنے کا ہی نہیں، ان گندگیوں کا بھی ہے جو بڑی آسانی سے ہم سڑکوں اور نالیوں میں ڈال دیتے ہیں، یہ عمل ہمارے ایمانی تقاضوں کے منافی ہے، اس سے فضائی آلودگی اور مختلف قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، ان بیماریوں سے بچنے اور سماج کو بچانے کے لیے صفائی اور پاکی کے بارے میں ہمیں بہت حساس ہونے کی ضرورت ہے اور ان جگہوں پر کھانے اور وہاں کی اشیاء کے استعمال سے پرہیز کرنے کی بھی ضرورت ہے جہاں اس حد تک احتیاط نہیں کیا جاتا ہے۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

علامہ اختر رضا خاں کا انتقال ملت اسلامیہ کا بڑا نقصان: حضرت امیر شریعت

ممتاز عالم دین اور حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلویؒ کے پر پوتے تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری کے انتقال کو ملت اسلامیہ کا ایک بڑا حادثہ قرار دیتے ہوئے امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ نے اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کیا ہے، آپ نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ حضرت مولانا اختر رضا خاں ازہری صاحبؒ بریلوی حلقے میں تاج الشریعہ کے نام سے معروف اور حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کے حلقے کے سربراہ شمار ہوتے تھے، ان کا انتقال ملت اسلامیہ کا ایک عظیم سانحہ اور بڑا نقصان ہے، واضح ہو کہ تاج الشریعہ کے نام سے معروف علامہ محمد اختر رضا خان ازہری ۲۰/جولائی ۲۰۱۸ء روز جمعہ بعد نماز مغرب بریلی میں کو اللہ کو پیارے ہوگئے، انتقال کے وقت ان کی عمر ۷۶ سال تھی، انہوں نے جامعہ ازہر قاہرہ، مصر میں فن تفسیر وحدیث کے ماہر اساتذہ سے اقتصاد علم کیا تھا، ۱۹۶۷ میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں مسند تدریس پر فائز ہوئے، ۱۹۷۸ء میں اس ادارہ کے صدر المدرسین بنائے گئے، ساتھ ہی رضوی دارالافتاء کے صدر مفتی بھی رہے، حضرت امیر شریعت مدظلہ نے اپنے پیغام میں مزید فرمایا کہ حضرت اختر رضا خاں کی شخصیت نہ صرف ملک بلکہ بیرون ملک میں بھی باوقار مقبول اور معتبر تھی، آپ نے تقریبا نصف صدی تک قوم وملت کی بیش بہا خدمات انجام دیں، آپ کے فیض یافتگان اور مرید ومتوسلین کا ایک وسیع حلقہ ہے، اللہ سے دعا ہے کہ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات کو بلند کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مسلم پرسنل لا میں ترمیم قابل قبول نہیں: مولانا خالد سیف رحمانی

مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹری اور ترجمان جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے اپنے ایک اخباری بیان میں بتایا کہ بورڈ کے عہدیداران کے ایک وفد نے ۲۱/مئی ۲۰۱۸ء کو لا کمیشن آف انڈیا کے چیرمین سے مسلم پرسنل لا میں حکومت کے غیر آئینی مداخلت کے مسئلہ پر ملاقات کی تھی، لیکن ملاقات میں یہ بات سامنے آئی کہ لا کمیشن نے اب طلاق ثلاثہ وغیرہ جیسے جزوی معاملہ کے بجائے یکساں سول کوڈ کے نفاذ پر ہی غور کرنا شروع کردیا ہے، اور اس سلسلہ میں لا کمیشن کی طرف سے ملک کے تمام طبقات سے رائے بھی لی جارہی ہے، اس ملاقات کے موقع پر لا کمیشن کی طرف سے سات سوالات پر مشتمل ایک سوالنامہ بھی وفد کو دیا گیا اور اس کا جواب بھی طلب کیا گیا، بورڈ کے ذمہ داران نے اس سلسلہ میں مشورہ کے بعد بورڈ میں شریک تمام مسالک کے نمائندگان سے مشورہ کے بعد اس سوالنامہ کا جواب تیار کر دیا ہے، اس جواب نامہ کو بورڈ کے ذمہ داروں کا وفد ۲۱/جولائی ۲۰۱۸ء کو لا کمیشن کے سپرد کرے گا، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے اس سلسلہ میں مزید اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کا اپنا یہ موقف بالکل صاف اور واضح ہے کہ نہ مسلم پرسنل لا میں کسی قسم کی ترمیم قابل قبول ہوگی اور نہ یکساں سول کوڈ قابل تسلیم ہوگا، آپ نے کہا کہ مسلم پرسنل لا ان قوانین کے مجموعہ کا نام ہے جو اللہ کی طرف سے اس ملت کو عطا کیا گیا ہے، یہ ہمارے دین وشریعت کا بنیادی حصہ ہے، اور ملک کے آئین میں اس کی حفاظت کی ضمانت دی گئی ہے، یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی بات کرنا ایک خاص طبقہ کو پریشان کرنے کا ہتھکنڈہ تو ہوسکتا ہے لیکن ملک کے مفاد میں نہیں ہوسکتا، انہوں نے کہا کہ حکومت عائلی قوانین میں ترمیم کے بجائے ان کے نفاذ میں سماجی سطح پر جو کمزوریاں ہیں اگر اس کو دور کرنے کی بات کرتی ہے یا اس کے لئے مناسب قانون بناتی ہے تو یہ قبول کیا جاسکتا ہے، لا کمیشن کے سوالنامہ میں جن نکات کو شامل کیا گیا ہے ان میں حضانت یعنی میاں بیوی کی علحدگی یا وفات کی صورت میں بچوں کی پرورش کا زیادہ حقدار کون ہوگا؟ متبنی یعنی گود لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور متبنّی کے حقوق کیا ہوں، والد کی وفات کی صورت میں اس کے عیال کو دادا کی وراثت میں حصہ ملے گا یا نہیں؟ جیسی چیزیں شامل ہیں۔

جامعہ رحمانی مونگیر میں النادی العربی کے افتتاحی اجلاس سے مقررین کا خطاب

جامعہ رحمانی مونگیر میں النادی العربی کا افتتاح ہوگیا، یہ پروگرام عربی زبان کے سکھانے کیلئے جامعہ رحمانی میں برسوں سے رائج ہے، اس پروگرام کی وجہ سے طلبہ عربی زبان کے بولنے پر دسترس حاصل کرتے ہیں، جامعہ رحمانی کے سابق ناظم تعلیمات اور النادی العربی کے ذمہ دار جناب مولانا محمد نعیم صاحب رحمانی کی دعوت پر اس پروگرام کا افتتاحی اجلاس کتب خانہ رحمانیہ میں منعقد ہوا، افتتاحی اجلاس کو جامعہ رحمانی کے ناظم تعلیمات جناب مولانا محمد خالد صاحب رحمانی نے ترتیب دیا، جامعہ رحمانی کے طالب علم محمد اشفاق رحمانی کی تلاوت سے بزم النادی العربی کا آغاز ہوا، عالمی تنظیم برائے فضلاء ازہر کے جنرل سکریٹری اور جامعہ رحمانی کے استاذ تفسیر وحدیث مولانا ڈاکٹر محمد شہاب الدین ازہری صاحب نے امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کا شکریہ ادا کیا، اور کہا کہ حضرت دامت برکاتہم نے ہم لوگوں کے لیے عربی زبان سیکھنے اور سکھانے کا یہ بہترین پلیٹ فارم عطا کیا ہے، مولانا ازہری نے عربی زبان کی اہمیت وافادیت پر خاطر خواہ روشنی ڈالی، انہوں نے کہا کہ علم دین کا سیکھنا ہمارے اوپر فرض ہے، اور دین اسلام عربی میں آیا ہے، تو بغیر عربی زبان سیکھے ہوئے، مذہب اسلام کی صحیح ترجمانی نہیں ہوسکتی ہے، **وما لا یتم الواجب الا بہ فھو واجـــــب** کے مشہور قاعدے کی روشنی میں اس کے سیکھنے کو انہوں نے واجب قرار دیا، انہوں نے مشہور زمانہ ادیب مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب کے مقولہ کو بھی نقل کیا، جس میں وہ دین کے خادموں کے لیے عربی سیکھنے کو فرض قرار دیتے ہیں، مزید موصوف نے بتایا کہ جو عربی زبان سیکھتے ہیں، ان کی مزاج میں نرمی اور لطافت آتی ہے، جس کے لیے انہوں نے حضرت امام شافعیؒ کا مشہور قول بھی نقل کیا ہے، **من تعلم العربیة رق طبعـــہ** موصوف نے یہ بھی کہا کہ جو عربی زبان سیکھتے ہیں، انکی عقلیں مضبوط اور پختہ ہوتی ہیں، اور مروت اور خودداری میں بھی انکے اضافہ ہوتا ہے، اس کے لیے انہوں نے عالم عرب کے مشہور شاعر وادیب شوقی ضیف کا قول بھی نقل کیا، **تعلموا اللغة العربية فانها تثبت العقل وتزيد فى المروة.**

اس کے بعد جامعہ رحمانی کے استاذ مولانا محمد نورالدین ندوی تشریف لائے اور انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ عربی سیکھنے کے جو دینی فوائد ہیں، وہ تو آپ نے سن ہی لیا، اس کے علاوہ دنیاوی فوائد بھی ہیں، اور وہ ہے **تو حید المسلمین والاستفادة منھم** چونکہ اس زبان کی وجہ سے دنیا کے سارے مسلمان ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں، بھائی چارگی محسوس کرتے ہیں، اس زبان میں گیرائی ہے جس کی وجہ ہر جگہ اس زبان کے جاننے والوں کی پذیرائی ہوتی ہے، اور بلند دینی عہدوں اور منصوبوں پر فائز کیا جاتا ہے، اسی وحدت لسانی کی وجہ سے دنیا ہمارے علماؤں اور انکی بیش بہا خدمتوں کو جان سکی ہے، اور ہم علماؤں کی خدمت سے متعارف ہوسکے ہیں، انہوں نے کہا جب ہندوستان میں انگریز کا تسلط قائم ہوا، تو دین کو بچانا مشکل ہوگیا تھا، تو ہمارے علماؤں نے خود ہندوستان میں عربی زبان کی حفاظت کے لیے مدارس ومکاتب کا جال بچھا دیا، اسکے لیے مولانا نے ترکی کی مثال پیش کی، اور کمال اتاترک کے منحوس دور کا تذکرہ کرتے ہوئے، کہا کہ جب انکی حکومت آئی تو انہوں نے سب سے پہلے اس نے عربی زبان پر قدغن لگایا، اور پابندی لگائی، اور قرآن پر بھی پابندی عائد کردی، اور عربی زبان کو اپنے ملک سے باہر کردیا، عربی کتابوں کو نذر آتش کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے خرد برد سے قرآن جیسی عظیم کتاب بھی محفوظ نہ رہ سکی، لیکن اللہ کی شان دیکھئے کہ اس نے آج پھر ترکی کو اسلام کی ترجمانی کے لیے چن لیا، اور عربی زبان کو اپنی جگہ واپس لوٹا دیا۔ معمل کے ذمہ دار مولانا صالحین ندوی نے بچوں کو عربی زبان سیکھنے کے آسان اور دلچسپ طریقے بتائے، اور انہیں قیمتی مشوروں سے نوازا۔ مولانا توفیق ندوی نے عربی زبان کی افادیت پر روشنی ڈالی، پروگرام سے جامعہ رحمانی کے استاذ حدیث جناب مولانا مفتی ریاض احمد صاحب نے بھی اس موقعہ پر خطاب کیا، مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری استاذ حدیث جامعہ رحمانی کی دعاء پر مجلس کا اختتام ہوا۔

حضرات مبلغین امارت شرعیہ کے دعوتی وتنظیمی پروگرام کی جھلکیاں

بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ اور بنگال کی تقریبا آٹھ ہزار سے زائد مسلم آبادیوں میں امارت شرعیہ کی تنظیم قائم ہے، حضرات مبلغین امارت شرعیہ ان صوبوں کے مختلف دیہاتوں اور شہروں کا دورہ کرکے قدیم تنظیموں کو مضبوط بنانے، جہاں تنظیم قائم نہیں ہے وہاں تنظیم قائم کرنے اور دعوتی نقطہ نظر سے مسلمانوں میں دینی بیداری پیدا کرنے کا کام انجام دیتے ہیں، شوال میں دفتر امارت شرعیہ کھلنے کے بعد حضرات مبلغین کی بڑی تعداد دفتر کے ضروری حسابات پورا کرنے کے بعد پروگرام کے مطابق اپنے اس تنظیمی ودعوتی سفر پر روانہ ہوچکے ہیں، سفر پر روانہ ہونے والے حضرات کے پروگرام کی جھلکیاں اس طرح ہیں۔

نام مبلغین	علاقہ وضلع	نام مبلغین	علاقہ ضلع
مولانا مزمل حسین قاسمی	بگہا، ضلع مغربی چمپارن	مولانا ابوذر مفتاحی	رانی گنج، ضلع اررریہ
مولانا عبدالقادر قاسمی	//	مولانا ارشاد رحمانی	سکندرا، ضلع جموئی
مولانا سعود اللہ رحمانی	بتیا، ضلع مغربی چمپارن	مولانا نور عالم رحمانی	ڈمری، ضلع شیوہر
مولانا نوشاد قاسمی	//	مولانا مطیع الرحمٰن	بتھان، ضلع سمستی پور
مولانا سراج احمد	مجھولیا، ضلع مغربی چمپارن	مولانا منظر احسن مظاہری	جلال گڑھ، ضلع پورنیہ
مولانا ظہر الحسن شمسی	سگولی، ضلع مشرقی چمپارن	مولانا عبدالجبار حسامی	جھمری تلیا، ضلع کوڈرما
مولانا انیس الرحمٰن قاسمی	//	مولانا عباس مظاہری	ضلع پاکوڑ
مولانا شعیب قاسمی	ہرسیدھی، ضلع مشرقی چمپارن	مولانا رئیس اعظم رحمانی	دفتر کولکاتا
مولانا محی الدین	تاجپور، ضلع سمستی پور	مولانا عبدالباری	بسفی، ضلع مدھوبنی

ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب نے مذکورہ اضلاع اور حلقہ نقباء ونائبین، علماء وائمہ اور عام مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ ان حضرات مبلغین کا اپنے حلقہ میں تعاون فرمائیں، ان کے بیانات سے فائدہ اٹھائیں اور اپنی آبادی کی تنظیم کو زیادہ سے زیادہ مستحکم بنانے اور اس کو وسعت دینے کی کوشش کریں۔

سورت گجرات میں دارالقضاء کا قیام

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام ۲۲/جولائی ۲۰۱۸ء کو ہندوستان کے مشہور صنعتی شہر سورت گجرات میں دار القضاء کا قیام عمل میں آیا، اس موقع پر منعقد افتتاحی اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے دارالقضاء کمیٹی کے کنویز جناب مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے کہا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ تحفظ شریعت کا سب سے مستحکم پلیٹ فارم ہے، اور دارالقضاء تحفظ شریعت کا ایک عملی نظام ہے، یہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ ملک اور سماج کے لئے بھی باعث رحمت ہے، اس کے ذریعہ انصاف کی راہ آسان ہوتی ہے، اور مصالحتی طریقہ پر معاشرتی معاملات کے الجھن کو دور کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت بورڈ کی مضبوط قیادت پوری بیدار مغزی اور جواب دہی کے ساتھ بورڈ کو فعال رکھنے میں مصروف ہے۔ اس موقع پر شہر کے علماء ائمہ اور ذمہ داروں کی بڑی تعداد موجود تھی۔

Volume:56/66,Issue:30 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

THE **NAQUEEB** WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

پہلے ہوتے تھے خون کے رشتے
اب تو رشتوں کا خون ہوتا ہے
(نامعلوم)

مجلس عاملہ منعقدہ ۲۳؍جولائی ۲۰۱۸ء کے موقع پر پیش کی گئی نظامت کی رپورٹ

یہ رپورٹ مولانانیس الرحمن قاسمی، ناظم امارت شرعیہ نے مجلس عاملہ میں پیش کی تھی، قارئین نقیب کے استفادہ کے لیے یہاں شائع کیا جا رہا ہے۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد! حضرت امیر شریعت مدظلہ واراکین عاملہ! ہم سب سے پہلے صمیم قلب سے آپ تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ اپنا قیمتی وقت فارغ کر کے آج کی میٹنگ میں تشریف لائے اور اپنی قیمتی آراء سے استفادہ کا موقع دیا۔آپ کی یہ محبت وعنایت نہ صرف امارت شرعیہ سے آپ کے قلبی لگاؤ کی علامت ہے، بلکہ اس ادارہ کے روشن مستقبل کے لیے فال نیک بھی ہے۔یہ تعلق اور محبت آئندہ کے لیے بھی سدابہار ثابت ہو اور یہ ادارہ اسی طرح آپ حضرات کی توجہات وعنایات سے فیضیاب ہوتا رہے۔آمین

حضرات گرامی! ایک ایسی قوم کی تشکیل جو ایک امیر شریعت کی ماتحتی میں شریعت اسلامی کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی گذارنے والی ہو، امارت شرعیہ کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے،اس مقصد کی تکمیل کے لیے امارت شرعیہ کے مختلف شعبہ جات ہیں،شعبۂ تنظیم وتبلیغ ، دارالقضاء ودارالافتا، امارت شرعیہ کے تحت چلنے والے تمام تعلیمی ادارے اسی مقصد کے حصول کے لیے سرگرم عمل ہیں۔اس کے علاوہ مسلمانوں کی جان ومال، عزت وعصمت کی حفاظت، غریب ونادار مسلمانوں کی مدد، اوران کے مفادات کا تحفظ بھی امارت شرعیہ کے مقاصد کا اہم حصہ ہے، شعبۂ تحفظ مسلمین ،امور مساجد، بیت المال جیسے شعبہ جات ان مقاصد کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل ہیں۔اللہ کے فضل سے امارت شرعیہ کے جملہ شعبہ جات ترقی کی راہ پر گامزن ہیں، دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ امارت شرعیہ کو مزید وسعت اور استحکام نصیب فرمائے اور اس کو ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ رکھے۔

معزز ارکان عاملہ! امارت شرعیہ نے اپنے زمانہ قیام سے ہی ملک کی گنگا جمنی تہذیب کو قائم رکھنے اور قوم وملت کی سیاسی ،سماجی ، دینی وملی رہنمائی کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ نہ صرف تین صوبوں بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ؛ بلکہ ملک کے دیگر حصوں میں بھی امارت شرعیہ کو قدر اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس کا اعتبار اور اعتماد عوام الناس کے دلوں میں قائم ہے۔جب جب ملک وقوم پر کوئی آفت آئی یا کسی بھی قسم کے فتنے نے سر ابھارا، ہمیشہ امارت شرعیہ نے آگے بڑھ کر امت کی رہنمائی کی اور امت کی کشتی کو نہ صرف بحفاظت ساحل پر پہونچایا؛ بلکہ اس کے وقار اور اعتبار کو بھی بلند کیا۔

ادھر چند برسوں سے پورے ملک میں نفرت اور تعصب کا زہر پھیلایا جا رہا ہے اور ایک منظّم سازش کے تحت حکومت وقت کی شہ پر سماج دشمن عناصر اس ملک کی گنگا جمنی تہذیب کو ختم کرنے ، جمہوری اقدار کو تباہ کرنے اور اس ملک کی سیکولر شبیہ کو داغدار کرنے میں لگے ہوئے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کبھی بھی آئین کی بالادستی تسلیم نہیں کی، ان دنوں وہ لگاتار اس ملک کو ایک ہندو راشٹر بنانے کی سعی مسلسل میں لگے ہوئے ہیں۔ ہندو مسلمان کو آپس میں لڑا کر اور مذہب وذات پات کے نام پر سماج کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے وہ اقتدار پر بنے رہنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے وہ مختلف قسم کے ہتھکنڈے اپنا رہے ہیں۔کبھی گائے کے نام پر، کبھی لو جہاد کے نام پر تو کبھی بچہ چوری کے نام پر مسلمانوں کو قتل کیا جا رہا ہے، حکومت یا انتظامیہ کی طرف سے اس پر کوئی سخت کارروائی بھی نہیں ہو رہی ہے، اس طرح کے واقعات جھارکھنڈ، اتر پردیش، راجستھان اور ہریانہ میں کثرت سے ہو رہے ہیں، اور ابھی ایک تازہ واقعہ کرناٹک میں بھی پیش آیا ہے، جہاں ایک مسلمان انجینئر کو بچہ چوری کے الزام میں بھیڑ کے ذریعہ قتل کر دیا گیا۔چند دن پہلے نفرت کی سیاست کی وجہ سے معروف آریہ سماجی سنت سوامی اگنی ویش کے ساتھ اسی طرح کی ایک بھیڑ نے مار پیٹ کی۔نفرت کے اس ماحول کو بڑھاوا دینے میں الیکٹرونک میڈیا اور سوشل میڈیا کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔ بعض فرقہ پرست جماعتوں کی جانب سے ایسے لوگ متعین کیے گئے ہیں جو سوشل میڈیا پر نفرت انگیز مواد نشر کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ نوجوانوں کا ذہن خراب کرتے ہیں۔ایسے حالات میں اگر اس ملک کی سیکولر شبیہ کو بچانا ہے، آئین کی بالادستی قائم رکھنی ہے اور ملک سے نفرت کا ماحول ختم کرنا ہے تو اس کے لیے سبھی مذہب کے سنجیدہ لوگوں کو آگے آنا ہوگا اور مل کر ملک سے نفرت کے اس ماحول کو ختم کرنے کی کوشش کرنی ہوگی، اس کے لیے منظّم طریقہ پر عوامی بیداری کے ساتھ سوشل میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا پر بھی لگام لگانے کی ضرورت ہے، ایک ایسی مانیٹرنگ باڈی ہو جو سوشل میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا پر نشر ہونے والے مواد کا تجزیہ کرے اور اگر یہ محسوس ہو کہ اس سے نفرت کے ماحول کو بڑھاوا دیا جا رہا ہے تو اس کے خلاف فوری قانونی کارروائی کی جائے۔

معزز ارکان عاملہ! امارت شرعیہ نے ۱۵؍اپریل ۲۰۱۸ء کو پٹنہ کے تاریخی گاندھی میدان میں عظیم الشان ’’دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس‘‘ کا انعقاد کیا، اس کانفرنس کو تاریخی کامیابی حاصل ہوئی اور حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی کی اپیل پر دسیوں لاکھ کا مجمع بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ ومغربی بنگال کے علاوہ ملک کے دیگر حصوں سے جمع ہوا، غیر مسلموں اور دلتوں کی بھی بڑی تعداد اس کانفرنس میں شامل ہوئی اور حضرت امیر شریعت مدظلہ نے اپنے خطبہ صدارت میں پورے ملک کو محبت، امن وآشتی کا پیغام دیا۔اس تاریخی کانفرنس میں لوگوں کے مجمع کو دیکھ کر پتہ چلا کہ لوگوں کے اندر کس قدر بے چینی ہے۔۳۹؍ڈگری کی شدید گرمی اور دھوپ کے باوجود لاکھوں کا یہ مجمع صبح سے شام تک سنجیدگی سے بیٹھا رہا اور اپنے رہنماؤں کی بات سنتا رہا، چشم دید لوگوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں اتنا بڑا اور پر سکون مجمع نہیں دیکھا تھا۔یہ کانفرنس اپنے مقاصد، نظم وضبط، دینی حمیت اور تعداد کے اعتبار سے مثالی تھی۔

حضرات گرامی! امارت شرعیہ کے مقاصد میں مسلمانوں کو تعلیم کے میدان میں آگے بڑھانا اور ان کو تعلیمی طور پر مضبوط ومستحکم کرنا بھی شامل ہے، اس مقصد کے پیش نظر جہاں امارت شرعیہ نے دینی تعلیم کے فروغ واشاعت کے لیے المعہد العالی، دارالعلوم الاسلامیہ جیسے اعلیٰ تعلیم کے ادارے قائم کر رکھے ہیں، بنیادی دینی تعلیم کے لیے تینوں صوبوں میں سو کے قریب مکاتب قائم ہیں، خود کفیل نظام مکاتب کا سلسلہ چل رہا ہے ، وفاق المدارس الاسلامیہ کے تحت تقریباً ڈھائی سو مدرسوں کی نگرانی اور سرپرستی کی جا رہی ہے، وہیں دوسری طرف امارت شرعیہ نے قوم کے بچوں کو تکنیکی اور عصری تعلیم کے میدان میں آگے بڑھانے کے لیے امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفئر ٹرسٹ کے تحت کئی تکنیکی تعلیم کے ادارے ، کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ، آئی ٹی آئی اور اسکول کھولے ہیں۔حضرت امیر شریعت مدظلہ کا عزم اس سلسلہ کو مزید وسعت دینے اور تینوں صوبوں میں ایسے اسکولوں کا نظام قائم کرنے کا ہے؛ جہاں اسلامی ماحول میں معیاری عصری تعلیم کا نظم ہو، تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت ہو۔اسی عزم کی تکمیل کے آغاز کے طور پر ’’امارت پبلک اسکول‘‘ کے نام سے رانچی اور گریڈیہہ میں اس سال دو ’’سی بی ایس ای‘‘ طرز کے اسکول قائم کیے جا چکے ہیں، جہاں باضابطہ تعلیم وتدریس کا آغاز ہو چکا ہے، دونوں اسکولوں کا نصاب ’’سی بی ایس ای‘‘ کے مطابق ہے ساتھ میں دینیات کو لازمی سبجیکٹ کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔

حضرات گرامی! امارت شرعیہ کا نظام دارالقضاء پورے ملک میں اپنی انفرادی حیثیت رکھتا ہے، دارالقضاء کا نظام ہی امارت شرعیہ کے قیام کے اولین محرکات میں سے ہے، جہاں مسلمان اپنے مقدمات کا تصفیہ قرآن وسنت کے مطابق مسلمان قاضی کے ذریعہ کم وقت اور کم خرچ میں کراتے ہیں، دارالقضاء کا نظام نہ صرف مسلمانوں کے عائلی مسائل کو حل کرتا ہے، بلکہ یہ ملک کی عدالتوں سے مقدمات کا ایک معتد بہ بوجھ بھی کم کرتا ہے، مرکزی دارالقضاء کے علاوہ تینوں صوبوں میں ساٹھ (۶۰) دارالقضاء پہلے سے موجود تھے، لیکن اس کے باوجود یہ تعداد کافی نہیں تھی۔ اسی لیے حضرت امیر شریعت مدظلہ نے ضرورت محسوس کی کہ دارالقضاء کے اس نظام کو مزید وسعت دی جائے ، چنانچہ اس سال پانچ مقامات ؛ بوکارو، جہان آباد، شہر سوپول، دین بندھی (ضلع سوپول) اور بھلوریہ ضلع کشن گنج میں نئے دارالقضاء کا قیام عمل میں آیا۔اس سال ان شاء اللہ مزید دارالقضاء قائم ہوں گے۔آج کے ایجنڈا میں بھی نئے دارالقضاء کے قیام کی رپورٹ اور مزید دارالقضاء قائم کرنے کی ضرورت کو شامل کیا گیا ہے۔

حضرات آپ کے علم میں ہے کہ آج سے سو سال پہلے ۱۳۳۹ھ میں شوال کے مہینہ کی ۱۹؍تاریخ کو ملک وملت کے اس باوقار ادارے کا قیام ابو المحاسن حضرت مولانا محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ بدر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر قوم وملت کا درد رکھنے والے جید علماء ربانیین کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا۔آج ہم سب کے لیے یہ فخر اور شکر کا مقام ہے کہ قمری تقویم کے اعتبار سے امارت شرعیہ نے اپنے قیام کے سو سال پورے کر لیے ہیں، ہر سال یوم تاسیس کی مناسبت سے اجلاس منعقد کرنے کی روایت رہی ہے، تاکہ لوگوں کو امارت شرعیہ کی سنہری تاریخ، اس کی ہمہ جہت خدمات اور ہشت پہلو کارناموں سے عوام وخواص کو روشناس کرایا جا سکے، امسال بھی ۱۹؍شوال کو المعہد العالی کے ہال میں یوم تاسیس کا اجلاس منعقد کیا گیا، اس کے علاوہ دارالعلوم الاسلامیہ، اور تمام ذیلی دفاتر وذیلی دارالقضاء میں تاسیس کا اجلاس مختلف ایام میں منعقد کیا گیا، بعض جگہوں پر مرکز سے ذمہ داران بھی تشریف لے گئے ، ان سبھی اجلاس میں علماء کرام ودانشوران نے امارت شرعیہ کی خدمات اور اس کی تاریخ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

حضرات محترم! میٹنگ کا جو ایجنڈا آپ حضرات کے سامنے ہے اس میں شعبہ جات امارت شرعیہ کی سالانہ کارکردگی رپورٹ کا خلاصہ بھی شامل ہے۔اس سے اندازہ ہوگا کہ یہ ادارہ حضرت امیر شریعت مدظلہ کی رہنمائی اور سرپرستی میں اپنے اہداف ومقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مسلسل سرگرم عمل ہے۔شعبہ جات کو مضبوط اور اس کے کاموں کو بہتر بنانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

اخیر میں ہم ایک بار پھر آپ تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور گذارش کرتے ہیں کہ آپ ہمیشہ اسی طرح اپنی توجہات اور نیک آرا سے نوازتے رہیں، تاکہ ادارہ کی خدمات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہے۔والسلام